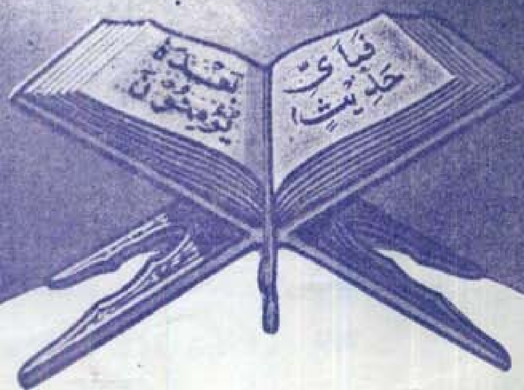
محدّث





مجلس التحقیق الاسلامی گارڈن ٹاؤن لاہور

مدیر اعلیٰ

حافظ عبدالرحمٰن مدنی

ماہنامہ محدث لاہور

ماہنامہ 'محدث' لاہور کا اجمالی تعارف

مُدیر اعلیٰ: حافظ عبدالرحمٰن مدنی مُدیر: ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

ماہنامہ 'محدث' لاہور، ہندوستان سے نکلنے والے ایک رسالے کی ہی ارتقائی شکل ہے۔ جامعہ رحمانیہ دہلی سے نکلنے والے رسالے - جس کا نام محدث تھا- کو پروان چڑھاتے ہوئے تقسیمِ ہند کے بعد دوبارہ ماہنامہ 'محدث' لاہور کے نام سے پاکستان میں معروف عالم دین ودانشور حافظ عبدالرحمٰن مدنی حفظہ اللہ نے اس کا اِجراء کیا۔ یہ تحقیقی رسالہ ۱۹۷۰ء سے اب تک کامیابی وکامرانی سے شائع ہورہا ہے، وللہ الحمد!

محدث کی علمی پہچان کے حوالے سے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ ہر صاحبِ علم وفضل کی ضرورت بن چکا ہے کیونکہ اس کے مضامین جدید فکر کے حامل اور ملحدانہ افکار کیلئے شمشیر بے نیام کی حیثیت رکھتے ہیں۔

گھر بیٹھے 'محدث' وصول کیجئے!

قارئین کرام! گھر بیٹھے محدث حاصل کرنے کیلئے درج ذیل طریقہ کار اختیار کریں!

فی شمارہ: ۲۰روپے زرِ سالانہ: ۲۰۰روپے بیرون ملک: ۲۰ڈالر

بذریعہ منی آرڈر/بینک ڈرافٹ ۲۰۰روپے بھیج کر سال بھر گھر بیٹھے محدث وصول کریں اور علمی وتحقیقی مضامین سے استفادہ کریں۔

ایڈریس: ماہنامہ محدث، ۹۹ جے، ماڈل ٹاؤن، لاہور ۵۴۷۰۰

فون نمبر: 042 - 3586639 / 35866476 موبائل: 0305 - 4600861

انٹرنیٹ پر محدث پڑھنے اور ڈاؤن لوڈ کرنے کیلئے درج ذیل ویب سائٹ دیکھئے!

www.mohaddis.com __ www.kitabosunnat.com

مزید تفصیلات کیلئے: webmaster@kitabosunnat.com

اجرائے مُحدث کے مقاصد

☜ عناد اور تعصّب قوم کیلئے زہر ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں!

لیکن تعصّبات سے بالاتر رہ کر افہام و تفہیم اُمت کیلئے رحمت کا باعث ہے۔

☜ علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکار، انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں!

لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دَقیانوس بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔

☜ غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اَقدار کے منافی ہے!

لیکن دینِ اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام نہ دینا حمیت دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

☜ تبلیغ دین اور اشاعت اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالح دینیہ کے خلاف ہے!

لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رَواداری برتنا اور قوانین و مسائل اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

☜ آئین و سیاست سے بیگانہ ہر کر عبادت کیلئے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے!

لیکن جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی۔

☜ جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اَوصاف میں داخل ہے!

لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ محدث لاہور

کا مطالعہ فرمائیے، آپ اس کو ان جملہ صفات و محاسن سے مزین پائیں گے، ان شاءاللہ!

کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

ماہنامہ محدث لاہور

(فون) صدر دفتر: ۳۵۴۲۵۰ | ذیلی دفتر: ۵۴۸۷۳

جلد ۷ | رجب، شعبان ۱۳۹۷ھ | عدد ۷، ۸

فہرست مضامین

ناشر: حافظ عبدالرحمٰن مدنی   طابع: چودھری رشید احمد   مطبع: مکتبہ جدید پریس، ۴ شارع فاطمہ جناح، لاہور

زر سالانہ: ۱۵/۰۰ روپے   فی پرچہ ۱/۵۰ روپیہ

فکر و نظر بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ

۵ رجولائی کو، رات ایک بجے کے بعد پاکستان کی مسلح افواج نے بھٹو کی حکومت کا تختہ الٹ دیا ہے اور مسٹر بھٹو کو اپنے ساتھیوں کے ہمراہ فوجی حکام کی حفاظت میں دے دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ (آلِ عمران ع ۱۴)

"یہ وقت کا اتار چڑھاؤ ہے جسے ہم لوگوں کے درمیان ادلتے بدلتے رہتے ہیں۔"

چیف آف آرمی سٹاف اور چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر جنرل محمد ضیاء الحق نے بدھ کے دن (۵ رجولائی کو) سات بجے شام ملک بھر میں مارشل لا نافذ کرنے اور قومی اسمبلی اور چاروں صوبائی اسمبلیاں فوری طور پر توڑنے کا اعلان کرتے ہوئے کہا کہ:

مسٹر بھٹو کی حکومت ختم ہو گئی ہے۔ صوبائی گورنر اور وزیر ہٹا دیے گئے ہیں البتہ آئین کو منسوخ نہیں کیا گیا تاہم اس کے بعض حصوں پر عمل درآمد روک دیا گیا ہے۔

نیز کہا کہ: صدر فضل الٰہی چوہدری حسب سابق سربراہ مملکت رہیں گے اور ملک کے تمام انتظامی امور "ملٹری کونسل" انجام دے گی۔ یہ ملٹری کونسل چیئرمین جائنٹ چیف آف سٹاف اور تینوں مسلح افواج کے سربراہوں پر مشتمل ہو گی۔

جنرل ضیاء الحق نے کہا کہ: اسی سال اکتوبر میں آزادانہ اور منصفانہ انتخابات ہوں گے اور ان کے بعد اقتدار میں عوام کے نمائندوں کو سونپ دوں گا اور اس لائحہ عمل سے ہرگز انحراف نہیں کروں گا۔ انھوں نے کہا کہ آئندہ تین ماہ کے دوران انتخابات پر ہی توجہ مرکوز رکھوں گا۔

نیز یہ اعلان کیا کہ اخبارات جو آزادی صحافت کے علمبردار ہیں انھیں مکمل آزادی ہو گی لیکن انھیں ضابطۂ اخلاق کی پابندی کرنا پڑے گی۔

انھوں نے مزید کہا کہ: ملک کی عدلیہ کا میرے دل میں بہت احترام ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ عدلیہ کے اختیارات محدود نہ ہوں، میں بعض ناگزیر حالات میں مارشل لا کے ضابطے نافذ کروں گا۔ ان

ضابطوں کو عدالت میں چیلنج نہیں کیا جا سکے گا۔

جنرل موصوف نے یہ بھی اعلان کیا کہ :

میرے کوئی سیاسی عزائم نہیں ہیں، میں نے جو کچھ کیا اسلام کے ایک سپاہی کے طور پر کیا، میں ملک میں منصفانہ اور غیر جانبدارانہ انتخاب کرانے کے لیے اقدامات کروں گا۔ ہاں فی الحال تمام سیاسی سرگرمیوں پر پابندی عائد رہے گی۔ یہ پابندی سیاسی محاذ آرائی ختم کرنے اور جذبات کو فرو کرنے کے لیے ضروری ہے تاہم بعد میں سیاسی جماعتوں کو اپنی انتخابی مہم کی اجازت دی جائے گی۔

جنرل ضیاء الحق نے اپنے فوجی اقدام کی وجہ بتاتے ہوئے کہا کہ،

فوج اقتدار سنبھالے، یہ کوئی مستحسن اقدام نہیں ہے۔ حکومت کی باگ ڈور عوام کے ہاتھوں میں رہنی چاہیے، ۷ مارچ کو انتخابات ہوئے، لیکن ایک فریق نے انتخابی نتائج کو قبول کرنے سے گریز کیا بلکہ دھاندلی کے الزامات لگائے اور یہ الزام احتجاج کی شکل اختیار کر گیا اور اس کے لیے تحریک چلائی گئی۔ تحریک کے دوران اشتعال انگیزی بھی ہوئی لیکن افواجِ پاکستان نے سیاسی دباؤ کے باوجود حالیہ ہنگاموں میں اقتدار سنبھالنے سے گریز کیا۔ اس اثنا میں اس امر کی کوشش کی جاتی رہی کہ سیاسی بحران کا سیاسی حل تلاش کر لیا جائے، افواج نے حکومت وقت پر کئی بار زور ڈالا کہ وہ سیاسی مخالفین سے تصفیہ کرے۔ مذاکرات کے لیے وقت درکار تھا چنانچہ افواج نے ملک میں نظم و نسق برقرار رکھ کر یہ وقت بھی فراہم کیا، بعض حلقوں میں افواج کے اس کردار پر نکتہ چینی بھی کی گئی لیکن اسے اس امید پر برداشت کیا گیا کہ جب قوم جذباتی دور سے گزر جائے گی تو تمام شکوک و شبہات دور ہو جائیں گے۔ انھوں نے کہا کہ حالات جو رُخ اختیار کر گئے تھے ان میں فوج کا تماشائی بن کر رہنا ناقابلِ تلافی جرم ہوتا۔ چنانچہ ان حالات میں فوج کو مجبوراً مداخلت کرنا پڑی اور یہ اقدام ملک کو بچانے کے لیے کیا گیا۔ انھوں نے کہا کہ مجھے فریقین میں سمجھوتے کا کوئی امکان نظر نہ آتا تھا، انھیں ایک دوسرے کے بارے میں بے اعتمادی اور بدگمانی انتہا کی تھی۔ ان حالات میں اندیشہ تھا کہ ملک میں ایک بار پھر افراتفری پیدا ہو جائے گی اور اس طرح ملک سنگین بحران کا شکار ہو جائے گا۔ یہ خطرہ مول لینا ملک کے مفادات میں نہ تھا۔ چنانچہ مجھے یہ فوجی کارروائی کرنا پڑی۔

انھوں نے کہا کہ :

پاکستان کی بقا جمہوریت اور صرف جمہوریت میں ہے اور انھوں نے اس دوران پاکستان قومی اتحاد کی طرف سے جاری کردہ حالیہ تحریک کا بھی ذکر کیا اور کہا کہ :

اس تحریک کے دوران عوام نے جس اسلامی جذبے کا اظہار کیا وہ قابلِ تحسین ہے اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ پاکستان میں جو اسلام کے نام پر قائم کیا گیا اسلامی نظام ہی قائم کیا جا سکتا ہے۔ انھوں نے کہا کہ اسلامی نظام پاکستان کے لیے اشد ضروری ہے۔" (مختصراً و ملتقطاً)

اس پرامن فوجی انقلاب کے بعد جب ہم ان معزول کجکلاہوں کے شاہی ایوانوں، گلستانوں جنت نظیر روشوں، محیر العقول محلات، آرامگاہوں، طیاروں، طنطنوں، جاہ و جلال، کروفر، جاہ و حشم، خدام، فوج و سپاہ، سب کو آج ان کے نوحہ خواں دیکھتے ہیں تو قرآن حکیم کا یہ تبصرہ ہمارے کانوں میں پھر سے گونجنے لگ جاتا ہے۔

فراعنۂ مصر کا دبدبہ اور ان کے "أَنَا وَلَا غَيْرِي" کے نعرے سب کے سامنے ہیں۔ انھوں نے اللہ کے نبیوں سے بھی یہ مطالبہ کر ڈالا کہ وہ بھی ان کے ہاتھ پر بیعت کریں اور ان کی خدائی کے سامنے سجدہ ریز ہو کے رہیں مگر حشر یہ ہوا کہ وہ ایک داستانِ پارینہ ہو کر رہ گئے اور اپنی کروفر کے سارے ساز و سامان اور طنطنوں کی یادگاریں چھوڑ چھاڑ کر چل دیے۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَاءَهُمْ رَسُولٌ كَرِيمٌ ۝ أَنْ أَدُّوا إِلَيَّ عِبَادَ اللَّهِ ۖ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ۝ وَأَنْ لَا تَعْلُوا عَلَى اللَّهِ ۖ إِنِّي آتِيكُمْ بِسُلْطَانٍ مُبِينٍ ۝ وَإِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُمْ أَنْ تَرْجُمُونِ ۝ وَإِنْ لَمْ تُؤْمِنُوا لِي فَاعْتَزِلُونِ ۝ فَدَعَا رَبَّهُ أَنَّ هَٰؤُلَاءِ قَوْمٌ مُجْرِمُونَ ۝ فَأَسْرِ بِعِبَادِي لَيْلًا إِنَّكُمْ مُتَّبَعُونَ ۝ وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ۖ إِنَّهُمْ جُنْدٌ مُغْرَقُونَ ۝

كَمْ تَرَكُوا مِنْ جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ۝ وَزُرُوعٍ وَمَقَامٍ كَرِيمٍ ۝ وَنَعْمَةٍ كَانُوا فِيهَا فَاكِهِينَ ۝ كَذَٰلِكَ ۖ وَأَوْرَثْنَاهَا قَوْمًا آخَرِينَ ۝ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ وَمَا كَانُوا مُنْظَرِينَ ۝

وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِينِ ۝ مِنْ فِرْعَوْنَ ۚ إِنَّهُ كَانَ عَالِيًا مِنَ الْمُسْرِفِينَ (پ ۲۵۔ الدخان ع ۱-۲)

(ترجمہ) اور ان سے پہلے ہم فرعون کی قوم کو (بھی) آزما چکے ہیں، اور ان کے پاس بڑے درجہ کے رسول آئے اور (انھوں نے آ کر ان سے کہا کہ) اللہ کے (ان) بندوں کو میرے حوالے کرو، میں (خدا کا) امانتدار رسول ہوں اور یہ کہ تم خدا سے سرکشی نہ کرو، میں تمھارے سامنے ایک واضح برہان پیش کرتا ہوں اور میں اپنے اور تمھارے رب کی پناہ چاہتا ہوں، اس سے کہ تم مجھے سنگسار کرو،

اور اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو مجھ سے تم الگ ہی رہو، تب (حضرت موسیٰؑ نے) اپنے رب سے دعا کی کہ یہ بہت ہی) جرائم پیشہ لوگ ہیں، تو (ہم نے موسیٰ کو حکم دیا کہ) میرے بندوں کو راتوں رات لے کر نکل جاؤ (اور یہ سمجھے رہنا کہ فرعون کی طرف سے) تمہارا تعاقب کیا جائے گا۔ اور دریا کو (اپنی جگہ) ٹھہرا ہوا چھوڑ (کر پار ہو) جانا کہ (اسی میں ان کا سارا لشکر غرق کر دیا جائے گا۔

یہ لوگ کتنے ہی باغ اور (کتنی ہی) نہریں اور (کتنی ہی) کھیتیاں اور (کتنے ہی) عمدہ عمدہ مکانات اور (کتنے ہی) آرام (و آسائش) کے سامان چھوڑ مرے جن میں مزے اڑایا کرتے تھے (واقعہ یں) ایسا ہی (ہوا) اور ہم نے دوسرے لوگوں کو اس (تمام ساز و سامان) کا وارث بنا دیا، تو ان پر نہ تو آسمان اور زمین روئے اور نہ انہیں مہلت ہی ملی۔

اور یقین کیجیے: ہم نے بنی اسرائیل کو فرعون کے رسوا کن عذاب سے نجات دی واقعی وہ (بڑا) سرکش اور حد سے باہر نکل گیا تھا۔

فرعون نہ سہی، فرعونیت تو اب بھی ہر جگہ دیکھی جا سکتی ہے، اس لیے وہ نتائج جو فرعونیت کے نتیجے میں فرعون نے بھگتے اگر اب بھی کوئی ان کا حامل ہو گا تو فرعونیت کے ان قدرتی نتائج سے وہ بھی نہیں بچ سکے گا، جن سے خود پہلے فرعون نہیں بچ سکے تھے۔

فرعونیت، بندگانِ خدا کا استحصال کرنے والی قوت کا نام ہے، وہ روحانیت کے نام پر کیا جائے یا جمہوریت کے نام پر، عوام کو بے وقوف بنا کر کیا جائے یا جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کی ملی بھگت سے کیا جائے۔ بہرحال خدا بن کر خلق خدا کی تذلیل کے سامان کرنا حق تعالیٰ کے غیظ و غضب کو دعوت دینے والی بات ہوتی ہے اس لیے جو جتنا بڑا اور اونچا ہو کر بڑھتا ہے، خدا اسے اتنا ہی چھوٹا کر کے خوار کرتا ہے۔ مگر بعد میں ہر آنے والا اس سے عبرت پکڑنے کے بجائے غیر شعوری طور پر یہی محسوس کرتا ہے کہ: یہ ذلت اس جانے والے کے نام سے تعلق رکھتی تھی اور وہ اپنے کیے کی سزا بھگت گیا، میرا کوئی نہ ہی نام ہے، جس نام پر یہ آفتیں آئیں، وہ ایوب تھا۔ میرا نام بھٹو ہے، وہ اکبر تھا، میرا نام یحییٰ ہے، اس کے دستر خوان کا خوشہ چین ملاں دو پیازہ تھا، میرے نام کے ساتھ مولانا نیازی لگتا ہے۔ بس یہ فریب نفس انسان کو لے ڈوبا ہے۔ وہ عبرت پکڑنے کے بجائے غیر شعوری طور پر یہ خود ہی درس عبرت بننے لگ جاتے ہیں۔ خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃَ۔

جیسا کہ جنرل ضیاء الحق نے اعتراف کیا ہے کہ:

"فوج اقتدار سنبھالے کوئی مستحسن اقدام نہیں ہے۔"

ہم کہتے ہیں کہ: اگر کوئی راج دلارا ایسے سامان کردے کہ فوجی کارروائی کے بغیر بندگانِ خدا کی جان نہیں چھوٹتی تو کون کہہ سکتا ہے کہ اب فوجی اقدام مستحسن نہیں ہے۔ لیکن اب ہم چاہتے ہیں کہ قوم کے ان شکاریوں کا محاسبہ بھی ہو جیسا کہ حنیف رامے نے کہا ہے کہ: جو شخص جمہوریت کش ہے اس پر مقدمہ چلانا چاہیے، ورنہ اسے جب بھی موقع ملے گا ملک اور قوم کے لیے فتنہ ثابت ہو گا۔

ویسے بھی ہم چاہتے ہیں کہ ہر نئے الیکشن سے پہلے، بکدوش کر کے سپریم کورٹ کے فل بنچ کے سامنے ملک کے سربراہ اور اس کی ذمہ دار ٹیم کا جائزہ لیا جائے۔ اگر غلط کار ثابت ہوں تو آئندہ کے لیے ان پر انتخاب لڑنے کے دروازے بند کر دیے جائیں۔ اس کے دو فائدے ہوں گے کہ:

ایک تو لوگ محتاط رہیں گے دوسرا یہ کہ اگر غیر محتاط رہے تو آئندہ قوم تو ہمیشہ کے لیے ان کے چنگل سے محفوظ ہو جائے گی۔

اس کے علاوہ قومی اور صوبائی اسمبلی کے انتخاب کے لیے کچھ شرائط عائد کرنا چاہئیں تاکہ ہر نتھو پھتو قوم کی قیادت کی عظیم مسند پر فائز نہ ہونے پائے۔ مثلاً یہ کہ ہر امیدوار

اہلِ علم ہو۔

ملک و ملّت کے سلسلے میں ان کی خدمات معروف ہوں۔

تیسرا یہ کہ دیانتدار اور بیداغ کیریکٹر کے مالک ہوں۔

اسی طرح ملک کے وزیرِ اعظم کے لیے بھی کچھ شرائط کا پورا کرنا ضروری ہو۔ مثلاً

یہ کہ وہ کتاب و سنت اور دین سے باخبر ہو۔

دینی علم و عمل کا حامل ہو۔

صالح ہو، تھوڑی ہو یا بہت، شراب کی تہمت سے پاک ہو۔

اور پچپن سال کی عمر سے پہلے اس مسند کے قابل تصور نہ کیا جائے۔

اسی طرح صوبائی اور وفاقی وزراء کے لیے یہ شرط لازمی ہو کہ وہ دیندار ہوں اور اسے شعبہ صرف وہ دیا جائے، جس کے بارے میں اس کے پاس سرٹیفکیٹ اور سند ہو، یا کم از کم اس سلسلے میں اسے نیک شہرت حاصل ہو۔

صوبائی وزیرِ اعلیٰ وہ ہو جو پچاس سال کی عمر سے متجاوز ہو۔

اہلِ علم ہو۔

کیریکٹر کے لحاظ سے پاکیزہ اور اونچا ہو۔

دیانتدار ہو۔

اور جب وزراء کی یہ ٹیم اپنی باری بھگت لے تو اسے روک کر اس کا عدالتی محاسبہ کر کے اسے دیکھ لیا جائے، اگر اس نے اپنے منصب کا ناجائز استعمال کیا ہے تو اسے آئندہ کے لیے نااہل قرار دیا جائے۔

صوبائی اور قومی ممبران میں سے جس ممبر کے خلاف اس کے اپنے حلقے یا ملک کے کسی گوشہ سے دھاندلی، بے انصافی اور منصب کے غلط استعمال کی کوئی شکایت موصول ہو اور عدالت میں وہ ثابت ہو جائے تو اسے کم از کم آئندہ پانچ سال کے لیے انتخاب کے نااہل قرار دیا جائے۔

اسی طرح مملکت کے دوسرے سرکاری ملازم اگر قانون اور آئین سے ہٹ کر کسی ممبر یا وزیر کے احکام کی تعمیل کرتے ہیں تو پانچ سال کے لیے ان کی سالانہ ترقی روک دی جائے اگر اس کی نوعیت سنگین ہو تو انہیں ملازمت سے برطرف کر دیا جائے۔

اسی طرح ہم چاہتے ہیں کہ: ہر ممبر اپنے اس علاقہ سے منتخب ہونے کی کوشش کرے جہاں وہ پیدا ہوا اور بستا ہے اور پہلے سے اس کی سماجی خدمات اور سیاسی بصیرت معروف ہو۔ ایسا شخص جس کے پاس تعلیم ہے نہ خدمات، سیاسی سوجھ بوجھ ہے نہ نیک شہرت، اسے قومی قیادت کا حق دینا قوم کے ساتھ بہت بڑا مذاق ہے۔ جب زندگی کے دوسرے ہر شعبہ سے متعلق مناسب سرٹیفکیٹ مہیا کرنا ضروری ہوتا ہے تو قوم کا نمائندہ جو اتنا بڑا منصب ہے، اس کے لیے کوئی بھی سرٹیفکیٹ نہ ہو، ایک عجیب سی بات ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ: ایسے آدمی کو قوم مسترد کر دے یا قبول کر لے یہی اس کے لیے سرٹیفکیٹ ہے تو یہ بات اس وقت قابلِ قبول ہو سکتی ہے جب اسے پارٹی سپورٹ حاصل نہ ہو اور اپنے اثر و رسوخ اور سرمایہ کے ذریعے قوم کی جیب سے ووٹ حاصل کرنے کے دروازے اس پر بند کر دیے جائیں۔ اگر ووٹ کو جنس بازار تصور کر کے کوئی شخص ووٹ کی بولی دے کر ووٹ حاصل کرتا ہے۔ یا سماج دشمن عناصر کی دھونس اور طاقت کے ذریعے دوٹوں پر بوجھ بنتا ہے تو اسے کوئی کیسے تصور کرے کہ اس نے شایانِ شان کام کیا ہے۔ اس کی تو یہ ابتدا ہی غلط ہے۔ انتہا کیا ہو گی؟ آپ خود سوچ لیں۔

امیدوار کو عوام کے استحصال کی اجازت نہ ہو، اس کو صرف اتنی اجازت ہو کہ: وہ اپنے تعارف اپنی خدمات اور آئندہ پروگرام کے لیے ایک اشتہار شائع کر دے، پھر معاملہ حلقے کے عوام پر چھوڑ دیا جائے۔ اگر واقعی وہ اپنی نیک شہرت کی بنا پر کم از کم اپنے حلقے کے لیے قابلِ قبول ہو گا تو اسے قابلِ ذکر تائید حاصل ہو جائے گی دیر نہیں۔ یہ بات کہ جب کسی امیدوار کی درخواست قبول ہو جاتی ہے تو اسے انتخابی مہم

چلانے کا حق حاصل ہو جاتا ہے، یہ دراصل حقائق کو مسخ کرنے اور صورتِ حال کے بے ساختہ پن کو مصنوعی بنانے کی ایک غیر معقول اور مکروہ شکل ہے۔ انتخاب اسے بہر حال کہنا غلط ہے۔

جو گروہ برسر اقتدار رہا ہے، مجموعی لحاظ سے اس کا جائزہ لیا جائے، اگر اس کے دورِ اقتدار میں تین ماہ سے زیادہ ہنگامی حالت نافذ رہی، یا اتنا ہی عرصہ ملکی اخبارات پر سنسر اور پابندی عائد رہی اور اتنا ہی عرصہ بنیادی حقوق معطل رہے یا نجی مصالح کی آئینہ دار ترامیم کے ذریعے ملکی آئین کی روح کو مسخ کرنے کی وہ کوشش کرے اور تین ترامیم سے زیادہ ترامیم کا ارتکاب کرے۔ اسی طرح سرکاری خزانہ، سرکاری حکام اور سرکاری وسائل کے استحصال کی کوئی کوشش عدالتی تحقیقات میں ثابت ہو گئی تو اس میں شریک ساری مشینری کو اگلے پانچ سالوں کے لیے انتخاب کے نااہل قرار دیا جائے۔

اسی طرح صوبائی اور قومی اسمبلی کے ممبران کی کارگزاری کا بھی جائزہ لیا جائے کہ انھوں نے اپنے اقتدار کے اس پیریڈ میں اسمبلی میں کونسی قابلِ ذکر رہنمائی مہیا کی، ان کی رہنمائی کا انداز صرف ہاتھ کھڑے کرنا رہا یا ان کے انداز سے واقعی رہنمائی ٹپکتی تھی، اور اسمبلی کے ہر اجلاس میں انھوں نے کونسی قابلِ ذکر باتیں کیں اور قوم کی قیادت کا فریضہ انجام دیا؟ اگر کوئی مٹی کا مادھو رہا یا اسمبلی ہال میں اونگھتا، گپ شپ، چائے سگریٹ کا شوق فرماتا رہا تو اسے اب چلتا کیجیے۔ ایسے شخص کو قوم کی قیادت کے عظیم منصب پر فائز کر کے قوم کی توہین نہ کیجیے۔

ہر ممبر کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی اور اپنے متعلقین کی جائداد کے گوشوارے داخل کرے اور بعد میں اس کے مطابق اگر ضرورت پڑے تو اسے چیک بھی کر لیا جائے۔

ان ممبران کو ماہوار تنخواہ نہیں دینا چاہیے الّا یہ کہ اس کو سرکاری کام کے لیے فارغ کر دیا جائے یا جتنے دن اجلاس رہا، اس ماہ کا اتنا معاوضہ اس کو دیا جائے جس سے اس کی ضروریات کا دھندا چلتا رہے۔

ہم ان پابندیوں سے چاہتے ہیں کہ بے لوث خدمات کا سلسلہ چل پڑے، قومی قیادت جنسِ بازار یا کاروبار نہیں ہے بلکہ یہ ایک ذمہ داری کا نام ہے، وہی اس کے لیے آگے بڑھے جس کے دل میں واقعی قومی خیر خواہی کا جذبہ اور اہلیت ہو، تاکہ ملک و ملت کی قسمت جاگ اٹھے اور سیاسی کاروباریوں سے قوم کو نجات ملے۔ اور ملت کی بے عزتی نہ ہو۔

ہمیں یقین ہے کہ اگر آپ نے ان اقدار کے احیاء کی کوشش کی تو عالمِ انسانی کی قیادت

اور امامت کے عظیم مقام پر آپ فائز ہو جائیں گے۔ دنیا آپ کے نقشِ قدم پر چلے گی اور نوعِ انسان فلاح و صلاح کی دولت سے ہمکنار ہو گی۔ ان شاء اللہ! فی الحال یہ باتیں آپ کو اس لیے اجنبی محسوس ہوں گی کہ آپ نے اس طرف رُخ نہیں کیا جب آپ نے اس کا پھل چکھ لیا تو پھر ان پیریڈوں کو یاد کر کے آنسو بہائیں گے جو آپ نے اب تک یونہی ضائع کیے۔

ہمیں قوم کے لیے واقعتاً ایک اہل، دیانت دار اور قابلِ اعتماد قیادت درکار ہے ہمیں ایسے مقلد اور کند ذہن، بے سمجھ اور نادان قائد نہیں چاہئیں، جو لوگ اسمبلی کے اجلاس میں صرف "ہاتھ کھڑے کرنا" یا انتخاب کے لیے صرف پارٹی ٹکٹ یا جاگیر اور سرمایہ کے سرٹیفکیٹ کے سوا اور کوئی قابلِ ذکر اور معروف صلاحیت کا نمونہ نہ رکھتے ہوں۔ ان سے قومی قیادت کی توہین ہوتی ہے۔ ایسے لوگ اسمبلیوں میں جانے کے لیے جو کوشش کرتے ہیں، ہمارے نزدیک اتنی سی بات کی وجہ سے ہی وہ صوبائی یا قومی اسمبلی کے بجائے جیل خانہ میں جانے کے مستوجب ہوتے ہیں۔ سرکاری سطح پر کی گئی بات یا کسی جماعتی پلیٹ فارم سے، ہمارے نزدیک قومی اور ملی قیادت کی اتنی ارزانی بہت بڑا عذاب اور بہت بڑی بے دانشی کی بات ہے، ہم اپنی قوم سے پوچھتے ہیں کہ: آپ اس قدر ارزاں قوم کو کیوں فروخت کرتے ہیں۔ اور ملی قیادت کے لیے "دو صد خروں" کا انتخاب کر کے اپنے آپ کو سربلند کیوں تصور کر لیتے ہیں؟

اس ملک میں اس نعرہ کو ممنوع اور انتخابی مہم لڑنے کے لیے نااہلی کا ثبوت قرار دیا جائے جو پاکستان کے نظریہ اور مقاصد سے مختلف ہو بلکہ ایسے نعرہ لگانے والوں کے لیے مقام قومی اسمبلی نہیں ہونا چاہیے بلکہ قید خانہ ہونا چاہیے۔

دراصل ان معاملات کے سلسلے میں ملی غیرت کا ثبوت دینے کے بجائے جس عالی ظرفی، رواداری اور آزادی کا ڈھونگ رچانے کو سراہا جانے لگا ہے، وہ کسی بے غیرت، دشمنِ ملت اور ملت اسلامیہ کے کسی بدخواہ ٹولے یا فرد کی بھڑکائی ہوئی باتیں ہیں۔ اصل میں یہ عالی ظرفی یا آزادروی کی باتیں نہیں ہوتیں بلکہ ایک مسلم کے لیے یہ سب چالیں، بے حسی، بے غیرتی، بے دانشی اور بے شرمی کی باتیں ہیں اگر اپنی ملتِ اسلامیہ کے ساتھ اس قسم کی بدفعلی کوئی مستحسن فعل ہو سکتا ہے تو ہم پوچھتے ہیں کہ آپ اپنے نجی دائرہ میں اس بدفعلی کو کہاں کہاں برداشت کرتے یا کر سکتے ہیں۔

غور فرمائیے! رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو صرف اتنی سی بات کو بھی ایک معمولی سے سرکاری عہدہ کے لیے بھی اس کی نااہلیت کی دلیل قرار دیا تھا جو خود اس کا متلاشی ہو کر اس کے لیے

قوم سے درخواست کرتا ہے۔ یہاں ہر بٹر بونگ انتخابی نشان، ہر دھاندلی انتخابی ضرورت، ہر حربہ انتخابی تقاضا، آخر نوعِ انسان کو اس قدر ذلیل کرنے کی کیوں ٹھان رکھی ہے؟

بہرحال اگر دنیا بہ تو نسازد تو بہ دنیا بساز" کی حامی ہے۔ ہم تو اس مرحلے پر "بہ ستیز" کے اصول کے حامی ہیں۔ اسلام آیا ہی صرف اس لیے کہ وہ زندگی کی غلط اقدار کے خلاف جہاد کرے۔ اگر اسلام کی تشریف آوری کا حاصل یہی ہوتا کہ: چلو تم ادھر کو جدھر کی ہوا ہو، تو پھر وہ کام تو پہلے بھی جاری تھے، ان کی تشریف آوری کے بغیر بھی چل رہے تھے۔ اس لیے دنیا کے غلط دھاروں کے رخ بدلنے کے لیے دنیا کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جہاد کیجیے! اور ایمانداری سے اپنے ایمانی فریضہ کا حق ادا کیجیے! یا مسلم کہلانا چھوڑ دیجیے۔

○

کلی پہ جان نہ دے پھول پر نثار نہ ہو

خدا کی ذات اگر اتنی بُردبار نہ ہو
یہ واقعہ ہے، کوئی پھر گنہگار نہ ہو

متاعِ عمر سرِ راہ لُٹ گئی جس کی
ہجومِ یاس سے وہ کیسے دلفگار نہ ہو

یہ رنگ و نکہتِ گلشن ہے چار دن کی بہار
کلی پہ جان نہ دے، پھول پر نثار نہ ہو

یہی تو ضبطِ محبت کی اک علامت ہے
کہ دردِ دل کبھی چہرے سے آشکار نہ ہو

کسی کا کام زمانے میں چل نہیں سکتا
اگر کسی کو کسی پر بھی اعتبار نہ ہو

عبث ہیں ساری عذاب و ثواب کی باتیں
جو نیک و بد پہ تجھے کچھ بھی اختیار نہ ہو

گنہگار کو آئے نہ کیوں خیالِ مآل،
وہ بدنصیب بھلا کیسے بے قرار نہ ہو

ہے فکرِ امن تو یوں کر بسر عمر اپنی،
غرور سر میں نہ ہو، قلب میں غبار نہ ہو

○

(مولانا عبد الرحمٰن عاجزؔ مالیر کوٹلوی)

الکتب والحکمۃ

عزیز زبیدی۔ وار برٹن

چوں میگویم مسلمانم بلرزم

أَحَسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ (پ ۲۰ - العنکبوت ع ۱)

زبانی کلامی کلمہ - کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ زبان سے اتنا کہنے پر چھوٹ جائیں گے کہ: ہم ایمان لے آئے اور ان کو آزمایا نہ جائے گا۔

چوں میگویم مسلمانم بلرزم
کہ دانم مشکلات لا الٰہ را

دراصل یہ بات یہودیوں کے باقیات سیئات میں سے ہے کہ زبانی کلامی کلمہ پڑھ لینے کے بعد وہ اپنے معصیت پروف "مومن" بن جاتے ہیں کہ اب جو چاہیں کریں اور جتنا چاہیں کافرانہ طرزِ حیات اختیار کریں، ان کے ایمان میں کوئی قابلِ ذکر فرق نہیں پڑتا۔

کلمہ پڑھنے اور اس کا اقرار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اب ہم رب کی نافرمانی نہیں کریں گے، لیکن یہودی ذہنیت نے اس کے معنی بالکل الٹے کر ڈالے ہیں، ان کے طرزِ عمل کے اعتبار سے کلمہ پڑھنے کے معنی یہ بن گئے ہیں کہ اب ہم الٹا سیدھا جو کچھ کریں، سب ہضم ہوتا رہے گا۔ گویا کہ ایک کلمہ گناہوں سے بچنے کے لیے ڈھال بننے کے بجائے گناہوں کو جذب اور ہضم کرنے کے لیے ایک چورن بنا لیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اپنی ہزار ہا حماقتوں اور سیاہ کاریوں کے باوجود ان کا دعویٰ تھا کہ وہ اللہ کے چہیتے ہیں۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَىٰ نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ (پ ۶ - مائدہ ع ۳)

"یہود اور نصاریٰ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے چہیتے ہیں۔"

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَرِثُوا الْكِتَابَ يَأْخُذُونَ عَرَضَ هَٰذَا الْأَدْنَىٰ وَيَقُولُونَ سَيُغْفَرُ لَنَا وَإِنْ يَأْتِهِمْ عَرَضٌ مِثْلُهُ يَأْخُذُوهُ (پ ۹ - الاعراف ع ۲۱)

"پھر ان کے بعد ایسے ناخلف (ان کے) جانشین ہوئے کہ (وہ بڑوں کی جگہ) کتاب (تورات) کے وارث (تو) بنے (مگر مطلب کی تحریف کے صلے میں ان کو) اس دنیائے دوں کی (کوئی چیز مل جائے تو)

لے لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ (اللہ کرم کرے گا) یہ گناہ تو ہمارا معاف ہو ہی جائے گا اور اگر اسی طرح کی کوئی دنیوی چیز (پھر) مل جائے تو اسے (بھی) لے کر رہیں۔

صحیح یہ ہے کہ: کلمہ کو اپنے نامرد کلمہ خوانوں سے پالا پڑ گیا ہے ؎

قبائے لا الٰہ خونی قبا است
کہ بر بالائے نامرداں دراز است

جیسے ماں باپ کبھی کبھار تادیباً بچے کو سرزنش کرتے اور سزا دیتے ہیں، زیادہ سے زیادہ سزا ہوئی تو بھی لحظہ بھر کے لیے بس اتنی سی سزا ہو جائے گی جس میں غصہ کے بجائے پیار کا جذبہ ہی پس پردہ کارفرما ہوگا۔

وَقَالُوا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً (پ ۱۔ بقرہ ع ۹)

"اور وہ کہتے ہیں کہ گنتی کے چند روز کے سوا آگ ہم کو چھوئے گی (بھی تو) نہیں۔"

یہی ذہن یہاں بن گیا ہے کہ کلمہ پڑھ لینے کے بعد سب خیر ہے۔ کچھ کریں، وہ سمجھتے ہیں کہ ایمان میں اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا نہ مزید کسی امتحان اور آزمائش کی ضرورت باقی رہتی ہے۔ نبی سفارش کریں گے، ایک چھوٹی سی پرچی نمودار ہوگی، جس سے ڈوبتا ہوا بیڑا قیامت میں پار ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کا یہ خام خیال ہے کہ ایمان لے آنے کے بعد ان کے لیے مزید کسی ابتلاء کی ضرورت باقی نہیں رہی، بلکہ ہم تپا تپا کر دیکھیں گے کہ کون کس حد تک ثابت قدم رہتا ہے اور کون الٹے پاؤں مڑ جاتا ہے۔

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ط (پ ۲۔ البقرہ ع ۱)

"اے رسول خدا جس قبلے پر آپ (پہلے) تھے (یعنی بیت المقدس) ہم نے اس کو اسی غرض سے قرار دیا تھا کہ (جب قبلہ بدل جائے تو) جو لوگ رسول کی پیروی کریں ان کو ہم ان لوگوں سے (الگ) معلوم کر لیں جو (سرتابی کر کے) اپنے الٹے پاؤں پھر جائیں۔"

کچھ کچھ اور وہ بھی مرضی کا۔ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ (پ ۱۔ بقرہ ع ۱۰)

"تو کیا کتاب (الٰہی) کی بعض باتوں کو مانتے ہو اور بعض کو نہیں مانتے۔"

اور وہ بھی مرضی کی بات ہوتی تو مان لیتے ورنہ سختی سے ٹھکرا دیتے۔

اَفَكُلَّمَا جَاءَكُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوٰى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ۔

"(تم اس قدر شوخ ہو گئے ہو کہ) جب جب تمہارے پاس کوئی رسول تمہاری اپنی خواہشوں کے خلاف کوئی حکم لے کر آیا (تو) تم اکڑ بیٹھے"۔ (البقرہ ع ۱۱)

اگر بس چلا تو صرف انکار نہیں، داعیانِ حق کا گلا کاٹنے سے بھی دریغ نہ کیا۔

فَفَرِيقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيقًا تَقْتُلُونَ (پ ۱۔ بقرہ ع ۱۱)

"پھر بعض کو تم نے جھٹلایا اور بعض کو لگے قتل کرنے"۔

سچے اور پکے ایمان کی یہ نشانی ہوتی ہے کہ: وہاں عبدیت منقسم نہیں ہوتی یعنی آدھا تیتر اور آدھا بٹیر والی بات نہیں ہوتی اور نہ خدا کی اطاعت کی حد تک وہاں کوئی استثناء ہوتا ہے۔ بلکہ وہاں تسلیم و رضا کا راج ہوتا ہے اور اُدْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً کا سماں طاری ہوتا ہے، لیکن قلب و نگاہ کے روحانی مریض اور ایمان میں خام لوگ خدا کو فریب دیتے ہیں۔ ایمان کو بہلاتے ہیں اور غیر شعوری طور پر باطل سے مفاہمت کی پینگیں بڑھاتے ہیں، اس لیے جب آنکھ کھلے گی تو ہاتھ ملتے رہ جائیں گے۔

وَجَاءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَائِقٌ وَّشَهِيدٌ ○ لَقَدْ كُنْتَ فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ ○ وَقَالَ قَرِينُهُ هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيدٌ (پ ۲۶۔ ق ع ۲)

"اور ہر شخص اس طرح آئے گا کہ ایک (فرشتہ) تو اس کے ساتھ ہانکنے والا ہو گا اور ایک (فرشتہ) گواہ ہو گا (ہم اس کو جتا دیں گے) کہ تو اس (دن) سے بے خبر رہا، سو ہم نے تجھ پر سے تیرا پردہ ہٹا دیا، سو آج تیری نگاہ بڑی تیز ہے اور اس کے ساتھ والا فرشتہ کہے گا کہ یہ وہ (روزنامچہ) ہے جو میرے پاس تیار ہے۔

ارزاں نجات کا خبط۔ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوا مِنْ دُوْنِ اللهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ○ (پ ۱۰۔ توبہ ع ۲)

"(مسلمانو!) کیا تم نے ایسا سمجھ رکھا ہے کہ (سستے) چھوٹ جاؤ گے حالانکہ ابھی اللہ نے ان لوگوں کو (اچھی طرح ٹھوک بجا کر) دیکھا تک نہیں جو تم سے جہاد کرتے اور اللہ اور اس کے رسول اور (سچے) مسلمانوں کو چھوڑ کر کسی کو اپنا دوست نہیں بناتے"۔

عہد جاہلیت میں سستی نجات کا یہی خبط ہی ان کو لے ڈوبا تھا۔ وہ ہمیشہ ایسی شارٹ کٹ کی تلاش میں رہتے تھے کہ بس یونہی سا کوئی بہانہ مل جائے اور بیڑا پار ہو جائے، افسوس! یہ باتیں

صرف تاریک دور کی باتیں نہیں رہیں، اس روشن دور کا المیہ بھی یہی ہے۔

حجاج اور مسجد حرام کی خدمت ۔ اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجَاهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ پ۔ توبہ ع)

"کیا تم لوگوں نے حاجیوں کے پانی پلانے اور مسجد حرام کے آباد رکھنے کو اس شخص جیسا سمجھ لیا جو اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان اور اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے؟ (سن لیجیے!) خدا کے ہاں (ان کا مقام) یکساں نہیں ہے۔"

یعنی چند سماجی قسم کی خدمات انجام دینے کے بعد یہ تصور کر لینا کہ میدان مار لیا اور خدا کو جیت لیا، سب سے بڑی نادانی ہے ــــ

فرمایا: خانۂ خدا کی خدمت کا حق صرف اس شخص کو پہنچتا ہے جو خدائے خانہ کا خوف رکھتا ہے، نمازیں پڑھتا، زکوٰۃ دیتا اور اُخروی حساب کی فکر کرتا ہے۔

اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ (توبہ ع)

شراب اور جوا۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (پ۔ مائدہ ع ۱۲)

"مسلمانو! شراب اور جوا اور بت اور پانسے (ان میں کا ہر کام) تو بس ناپاک شیطانی کام ہے تو اس سے بچتے رہو تاکہ تم فلاح پا لو!"

مقصد یہ ہے کہ وہ ایسی فلاح جو دنیا اور آخرت میں بیداغ کامیابی کی ضامن ہو شراب اور جوئے کے ہوتے ہوئے مشکل ہے۔ ہاں ع بعد از خرابی بسیار والی بات الگ ہے۔

شراب کی بندش کا یہ اعلان اور حکم، کسی سیاسی مصلحت کا رہینِ منت نہیں ہے۔ بلکہ اس کا ایک حکیمانہ پس منظر ہے۔ اگر یہ پس منظر پہلے ملحوظ ہو نہ بعد میں تو اسے ایک بوقانہ امتثالِ امر کہنا مشکل ہوگا ــــ ہاں اگر اسے کوئی شخص استحصالی نعرہ، سیاسی چال اور ڈھونگ خیال کرے تو اس کو بالکلیہ جھٹلانا بھی آسان نہ ہوگا۔

شراب اور جوئے کی حرمت کا حکیمانہ پس منظر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:۔

اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ

وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ (پ - مائدہ ع ۱۲)

شیطان تو بس یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کی وجہ سے تمہارے آپس میں دشمنی اور بغض ڈلوا دے اور تم کو یاد الٰہی اور نماز سے باز رکھے، کیا تم (اس سے) باز آؤ گے (یا نہیں؟)

شراب اور جوئے کے اور بھی مفاسد ہو سکتے ہیں لیکن جن مفاسد کو بنیادی حیثیت حاصل ہے وہ یہی ہے کہ ایک جواری اور شرابی ملک و ملت میں انتشار و افتراق، بدمزگی، رسہ کشی اور ایک دوسرے کے خلاف کھلم کھلا دشمنی کا باعث ہوتا ہے، جہاں اس کے ذاتی نفس و طاغوت کے مفاد کا سوال پیدا ہو جاتا ہے وہاں وہ اس قدر بے قابو اور بے خود ہو جاتا ہے کہ اسے خدا یاد رہتا ہے نہ نماز۔ اگر جوئے اور شراب کے امتناعی احکام کا پس منظر بھی انہی پاک نوامیس اور مقاصد کا تحفظ ہے تو واقعی مبارک ہیں۔ اگر اس کے بجائے ان سے غرض سستی شہرت، سیاسی مصلحت اور عوام کا استحصال ہے تو پھر خدا حافظ!

المسنۃ والحدیث

عزیز زبیدی۔ واربرٹن

سماجی قسم کی خدمات سے بے جا توقعات

عَنْ عَائِشَۃَ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: قُلْتُ یا رسُوْلَ اللہِ اَخْبِرْنِیْ عَنِ ابْنِ عمرو ابن جدعان قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وما کان؟ قالت کان ینحر الکوماء ویکرم الجار ویقری الضیف ویصدق الحدیث ویوفی بالذمۃ ویصل الرحم ویفك العانی ویطعم الطعام ویؤدی الامانۃ۔

قال ھل قال یوما واحدا اللھم انی اعوذ بك من نار جھنم؟

قلت لا وما کان یدری وما جھنم؟

قال فلا اذاً (رواہ ابو یعلی)

رضا الٰہی کے تصور کے بغیر سماجی خدمات۔ (ترجمہ) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ:

میں نے عرض کی: حضور! ابن عمر بن جدعان کے (انجام کے) بارے میں بتائیے۔

فرمایا: اس کا کیا حال تھا؟"

جواب دیا: (حضور!) بڑی بڑی اونٹنیوں کی قربانی دیا کرتا تھا، ہمسایوں کا احترام کیا کرتا تھا، مہمان نوازی اس کا دستور تھا، سچ بولتا تھا، عہد پورا کیا کرتا تھا، صلہ رحمی، گردنیں آزاد کرانا، (بھوکوں کو) کھانا کھلانا اور امانت ادا کرنا اس کی عادت تھی۔

آپ نے فرمایا: کیا اس نے کبھی یہ بھی کہا کہ: الٰہی! دوزخ کی آگ سے میں تیری پناہ چاہتا ہوں؟

میں نے کہا نہیں! اسے یہ معلوم ہی نہیں تھا کہ دوزخ کیا ہے؟

آپ نے فرمایا: (خدا کے ہاں) اس کے لیے کچھ نہیں۔"

یہ وہ حدیث پاک ہے، جس سے ان لوگوں کی آنکھیں کھل جانا چاہئیں جو بعض لوگوں کی سماجی قسم کی خدمات دیکھ کر جھوم اٹھتے ہیں اور خدا اور رسول سے ان کی بے خبری اور بے تعلقی کو کوئی

اہمیت نہیں دیتے۔

اصل میں دینِ برحق کو اپنا رقیب تصور کرنے والوں اور دشمنِ اسلام اقوام کی یہ سوچی سمجھی ایک سازش کا نتیجہ ہے، انھوں نے شاطرانہ چالوں سے "بندۂ مسلم" کے ذہن میں یہ بات راسخ کرنے کی کوشش کی ہے کہ: دین و ایمان سے اصل غرض "خدمتِ خلق" ہے۔ خدا ہمارے سجدوں اور ہمارے تعلق خاطر کا بھوکا نہیں ہے، کوئی اسے مانے یا نہ مانے، سماجی خدمات کے سلسلے میں رضا الٰہی کا احساس رکھے یا نہ رکھے، جب وہ ملک یا قوم کے کام و دہن اور تن و توش کی خدمت کرتا ہے تو اسے "دین و ایمان" کا خلا کوئی ضرر نہیں پہنچاتا۔ قوم کو اسے سر آنکھوں پر رکھ لینا چاہیے۔ چاہے وہ ننگِ دین ہو یا ننگِ حیا، ننگِ حق ہو یا ننگِ رسول۔

ایسی باتوں سے ان کی غرض یہ ہے کہ مسلم ان باتوں کے پھیرے میں آکر، دینِ اسلام کے سلسلے میں سست ہو جائے، رسول سے بے تعلق ہو رہے اور قرآن پر جان نہ چھڑکتا پھرے۔ اقبال نے اسے یوں بیان کیا ہے۔

وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روحِ محمدؐ اس کے بدن سے نکال دو
فکرِ عرب کو دے کے فرنگی تخیلات
اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو
افغانیوں کی غیرتِ دیں کا ہے یہ علاج
ملا کو ان کے کوہ و دمن سے نکال دو
اہلِ حرم سے ان کی روایات چھین لو
آہو کو مرغزارِ ختن سے نکال دو
اقبال کے نفس سے ہے لالے کی آگ تیز
ایسے غزل سرا کو چمن سے نکال دو (ضربِ کلیم)

ملکی اور قومی خدمات کی اہمیت اپنی جگہ مسلم، ہمارے نزدیک وہ دین و ایمان بھی محلِ نظر ہے جو "جادہ و دلق اور تسبیح" تک محدود رہے، صحیح طریق کار یہ ہے کہ نوعِ انسان کی جو خدمات انجام دی جائیں، رضائے الٰہی کے تصور اور اس کی ہدایات کے مطابق دی جائیں۔ اسی طرح خدا کی رضا جوئی کے لیے عبادت کے ساتھ خدمت کو بھی دین و ایمان تصور کیا جائے۔ الخلق عیال اللہ

عبادت اور خدمت، ایمان اور نفع رسانی، دونوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ جو لوگ تنہا خدمت پر قناعت کرتے ہیں، وہ بھی کچھ نہیں اور حضرات تنہا عبادت کے لیے گوشہ نشین ہو رہتے ہیں، وہ بھی رہبانیت کی راہ لیتے ہیں ۔ دامن دونوں کا تنگ ہے اور انجام دونوں کا اس سے بھی تنگ تر ہے۔ قابلِ اصلاح بھی دونوں ہیں۔

خدمت نفس کی اور صلہ خدا سے ۔ عن شداد بن اوس قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

اَلْکَیِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْعَاجِزُ مَنْ اَتْبَعَ نَفْسَهٗ هَوَاهَا وَتَمَنّٰى عَلَى اللّٰهِ (ترمذی)

دانا وہ ہے جس نے اپنے نفس کو رام کیا اور آخرت کے لیے کام کیے۔ درماندہ وہ شخص ہے جس نے اپنے آپ کو اپنی (بہیمی) خواہشات کا غلام بنالیا اور (نیک صلے کی) توقع خدا سے رکھی۔ دنیا میں سب سے بڑی بھول یہ ہے کہ: انسان اپنے کردار، اعمال اور شب و روز کے برعکس خوش فہمیوں کے تانے بانے بنتا رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اپنے "سیئات" پر نظر ثانی کی توفیق سے وہ عموماً محروم رہتا ہے۔ خدمت نفس اور طاغوت کی کرتا ہے مگر نیک صلے کی توقعات خدا سے باندھتا ہے۔ یہ وہ "خدع" (فریب نفس) ہے جو عموماً انسان خدا تعالیٰ کے سلسلے میں روا رکھتا ہے اور مار کھاتا ہے۔

وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ (بقرہ)

فریب زہد ۔ عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اوحی اللہ الی جبرائیل علیہ السلام ان اقلب مدینۃ کذا وکذا باھلھا۔

فقال یا رب ان فیھم عبدك فلانا لم یعصك طرفۃ عین۔

قال: فقال اقلبھا علیہ وعلیھم فان وجھہ لم یتمعر فی قط (شعب الایمان۔ بیھقی۔ مشکوٰۃ)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ (ایک دفعہ) اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی کی کہ فلاں شہر کو اپنے تمام باشندوں کے ساتھ (اوندھا کر کے) پٹخ دے۔

اس نے عرض کی: الٰہی! ان میں تیرا فلاں ایک (نیک) بندہ بھی ہے جس نے کبھی بھی تیری

نافرمانی نہیں کی۔

فرمایا: اس کو اس پر بھی اور ان کے سارے مکینوں پر الٹ دے کیونکہ ایک پل کے لیے بھی میری خاطر اس کے چہرے کا رنگ نہیں بدلا۔

خدا کی نافرمانیاں دیکھ کر اگر کسی دل سے ناگواری کی تحریک نہیں اٹھتی تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ رب کے ساتھ اس کا تعلق خام ہے، ورنہ اس کی نافرمانی ہوتی دیکھ کر وہ چپ نہ رہتا۔ اس کے علاوہ اگر معصیت کے خلاف آواز بلند نہ کی جائے تو بتدریج اس کا حلقہ بڑھے گا اور برائی کی حکمرانی ہو جائے گی، گویا کہ اب بالواسطہ معصیت کوشی میں اس نے بھی اپنا حصہ ادا کر دیا۔ اس لیے یہ زاہد بھی رحم اور استثناء کے قابل نہ رہا۔ باقی رہی آخرت؟ سو وہ سب کی اپنے اپنے رنگ میں ہو گی۔

یبعث کل عبد علی ما مات علیہ (رواہ مسلم عن جابر)

اذا انزل اللہ بقوم عذابا اصاب العذاب من کان فیھم ثم بعثوا علی اعمالھم (بخاری و مسلم عن ابن عمرؓ)

بہرحال جو لوگ "برائی تجھے کیا پڑی اپنی نبیڑ تو" کی تصویر بنے ہوئے ہیں اور اپنی ہی ذات کی صلاح و فلاح کے لیے یکسو ہو رہے ہیں۔ ان کا مستقبل بے داغ نہیں رہ سکتا۔ ہو سکتا ہے کہ یہاں اس کو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے یا دنیا اور آخرت دونوں میں ۔ ایسا زہد جو خلقِ خدا کی آخرت اور دنیوی عافیت سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتا ہے وہ بہرحال خام زہد ہے، بالکل اسی طرح خام ہے جس طرح خلقِ خدا کی اصلاح کرنے والا اپنی ذات کی اصلاح سے بے فکر رہ کر خام رہتا ہے اور خام رہ کر خلقِ خدا کے لیے ایک بدنمونہ بنتا ہے۔ جتنے لوگ جیسی کچھ اور جتنی اس کی نقالی کریں گے اور پھر اس سے جیسی کچھ فضا تیار ہو گی ان سب کے وبال میں یہ خود بھی شریک رہے گا۔ الغرض کام غلط اور توقعات نیک، دنیا کو اب یہی مرض لے ڈوبا ہے۔ اور اسی مکروہ طرزِ حیات کی وجہ سے "بدی" کا سر اونچا ہے اور نیکی بے یار و مددگار نظر آتی ہے۔ کیونکہ بدی کو کسی مؤثر مزاحمت کا کوئی کھٹکا نہیں رہا۔

اچھے دار باتوں کا فریب ۔ عن المھاجر بن حبیب قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: قال اللہ تعالٰی انی لست کل کلام الحکیم اتقبل ولکنی اتقبل ھمہ و ھواہ فان کان ھمہ و ھواہ فی طاعتی جعلت صمتہ حمدا لی ووقارا وان لم یتکلم (رواہ الدارمی)

فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں ایسا نہیں کہ ہر دانا کی بات قبول کروں، میں تو اس کا قصد اور محبت قبول کرتا ہوں، پس اگر اس کی نیت اور محبت میری اطاعت کے لیے ہے (تو) اس کی خاموشی کو بھی اپنی حمد اور بزرگی بنا لیتا ہوں، اگرچہ وہ کچھ نہ بولا ہو۔"

ہر طرف غوغا ہے کہ: فلاں نے اتنے گھنٹے تقریر کی، اور پھر حد کر دی لیکن یہ کوئی نہیں سوچتا کہ اس نے یہ سارا زور رب کی رضا اور اس کی اطاعت کے جذبہ کو عام کرنے کے لیے لگایا یا اپنے نجی مصالح اور سیاسی استحصال کے لیے؟ اگر رب کی خاطر یہ سب کچھ کیا تو پھر اس کی گنتی کی چند سادہ سی باتیں بھی خدا کے ہاں بڑا مرتبہ پا جائیں گی، اگر شاطروں نے شاطرانہ ڈھونگ رچایا اور گو اس نے حکیمانہ پھول برسائے تو یقین کیجیے! خدا کے ہاں مچھر کے پر کے برابر بھی قیمت نہیں پڑے گی۔ مگر وہ مسلم جس کے لیے اس معیار کو سامنے رکھنا ضروری تھا اب وہ رضا کارانہ طور پر خراج تحسین پیش کرنے کے لیے آوارہ پھرتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جناب راسخ عرفانی

گلہائے عقیدت

ہونٹوں پہ تذکرہ ہے رسالت مآبؐ کا
ہر سانس ہم نفس ہے شمیم گلاب کا

دیدارِ مصطفےؐ کی تمنا لئے ہوئے
مدت سے منتظر ہوں میں روزِ حساب کا

پتھر بھی موم کر دیئے زورِ کلام سے
کس درجہ یہ کمال ہے امّ الکتاب کا

سایہ کیا تھا دھوپ میں جس نے حضورؐ پر
کتنا وہ خوش نصیب تھا ٹکڑا سحاب کا

بنیادِ دیں ہے اصل میں طاعت رسولؐ کی
ہے انحصار اس پہ ہی اجر و ثواب کا

مشتاق جن کے امتی بننے کے تھے کلیم
ادنیٰ سا میں غلام ہوں ان کی جناب کا

پیشِ نگاہِ شوق ہیں طیبہ کی رونقیں،
راسخ میں جاگتا ہوں کہ عالم ہے خواب کا!



دارالافتاء

عزیز زبیدی۔ واربرٹن

اسلام اور پاکستان کے خلاف گہری سازش

حدیث اور مولانا مودودی، تین جھوٹ، درود کے معنی

ایک صاحب لکھتے ہیں کہ:

۱۔ طلوع اسلام کنونیشن منعقدہ اکتوبر ۱۹۷۶ء میں پرویز صاحب نے ایک مقالہ "اسلام اور پاکستان کے خلاف گہری سازش" کے عنوان سے پڑھا تھا۔ جو ارسال خدمت ہے۔ نام کے نیچے یہ عبارت درج ہے جو خاص طور پر کھٹکتی ہے:

"مودودی صاحب اور جماعت اسلامی کی چالیس سال کی تاریخ خود مودودی صاحب کے الفاظ میں"

اگر مودودی صاحب وہی ہیں جو اس مقالہ میں دکھائے گئے ہیں تو پھر ان کی سیاسی جدوجہد پر کیسے بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔

۲۔ پرویزی کہتے ہیں کہ: اپنے مولویوں سے پوچھ لیجیے، مودودی صاحب کا بھی وہی خیال ہے جو حدیث کے بارے میں پرویز صاحب کا ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟

۳۔ پرویزی یہ بھی کہتے ہیں کہ: راویوں کے جھوٹ کو گوارا بنانے کے لیے تم پیغمبروں کو جھوٹا ثابت کرنے سے باز نہیں آتے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذمے تین جھوٹ تمہاری بخاری نے لگائے ہیں۔ یہ الزام کہاں تک درست ہے؟

۴۔ ہم جو درود پڑھتے ہیں، پرویزی اس کا مذاق اڑاتے ہیں: کہتے ہیں اس سے مراد نبی سے تعاون کرنا اور ان کی مدد کرنا ہے، مگر تم تسبیح لے کر "صلِ علیٰ" کی رٹ لگا کر گھر کو دوڑ جاتے ہو۔ (مختصراً)

الجواب

عـ۱ **اسلام اور پاکستان کے خلاف گہری سازش**۔ مرسلہ رسالہ کو بغور پڑھا مگر جو بات جناب غلام احمد پرویز دکھانا چاہتے ہیں ہمیں ان کے کسی اقتباس میں نظر نہیں آئی۔ یہ ٹھیک ہے

تحریک پاکستان چلانے والوں کے سلسلے میں مولانا نے بھرپور تنقید کی تھی، زیادہ سے زیادہ ایک سطحی آدمی اسے قبل از وقت بدگمانی سے تعبیر کر سکتا ہے لیکن اسے پاکستان کے خلاف حملہ تصور کرنا زیادتی ہے — ہاں مودودی صاحب نے جو تنقید فرمائی تھی، اب اس کا جائزہ لیا جاسکتا ہے کہ: جن حضرات کی وجہ سے پاکستان کا مطلب کیا، لاالٰہ الاّ اللہ کے سلسلے میں انھوں نے اپنے اندیشوں کا ذکر فرمایا تھا، کیا وہ صحیح ثابت ہوئے یا غلط؟ اگر وہ سب صحیح ثابت ہوئے تو مولانا موصوف کی پیش بینی کی اصابت کا اعتراف کر لینا چاہیے۔ اگر غلط ثابت ہوئے تو اپنے بارے میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ مولانا کا اندیشہ صحیح ثابت نہ ہوا۔ لیکن اسے مولانا کی بدنیتی قرار دینا غلط ہے۔

ع۲ **حدیث اور مولانا مودودی** - مولانا مودودی کی فقہی درایت سے علماء نے ضرور اختلاف کیا ہے۔ لیکن اس سے یہ سمجھنا کہ پرویز صاحب اور مولانا کا موقف ایک ہے، بہت بڑی زیادتی ہے۔ پرویز صاحب حدیثِ پاک کو سرے سے حجت تسلیم نہیں کرتے اور نہ اسے ماخذِ شریعت تصور کرتے ہیں، اگر وہ روایت صحیح بھی ہو۔ مولانا مودودی حدیث کو حجت اور شرعی ماخذ تصور کرتے ہیں صرف بعض احادیث کے سلسلے میں اپنی مفروضہ بے اطمینانیوں کی وجہ سے اس کو ضعیف تصور کر لیتے ہیں۔ یہ بات بالکل ایسی ہے جیسی ایک محدث اپنے بعض تشخیص کردہ اصولوں کی بنا پر بعض احادیث کی صحت سے انکار کر دیتے ہیں، لیکن جزوی طور پر بعض احادیث کی صحت سے انکار دوسری بات ہے۔ اسے انکارِ حدیث وہی شخص قرار دے سکتا ہے جس کو اصولِ حدیث سے کوئی واقفیت نہیں ہے۔

ع۳ **تین جھوٹ** - اس موضوع پر ہم اس سے پہلے محدث کے کسی شمارہ میں تفصیلی روشنی ڈال چکے ہیں، اس کا مطالعہ فرمالیں۔

ع۴ **درود شریف کا مطلب** - پرویز صاحب نے درود شریف کا جو مفہوم بیان کیا ہے لغوی لحاظ سے اس کے لیے گنجائش نکل سکتی ہے لیکن شرعی زبان میں اس کے وہ معنی معروف نہیں ہیں۔ اعتبار شرعی اصطلاحات کا ہے لغوی کا نہیں۔ ہاں لغوی مناسبت سے اس کا دائرہ وسیع کیا جاسکتا ہے مگر اس کے شرعی معنوں پر پھیر کر نہیں۔ واللہ اعلم۔

منگنی اور منگیتر کو دیکھنا، حبل بالزنا

ا۔ ماں باپ لڑکی لڑکے کی منگنی کر دیتے ہیں، بعد میں اگر وہ اسے توڑنا چاہیں تو کیا اسے

طلاق کہا جائے گا؟

۲- کیا منگیتر کو شرعی نکاح سے پہلے دیکھا جا سکتا ہے؟

۳- ایک زانی اپنی مزنیہ سے نکاح کر سکتا ہے جب کہ وہ حمل سے ہو (حبل بالزنا سے)؟

الجواب

ع۱ منگنی - منگنی تو فریقین کا ایک اخلاقی معاہدہ ہے، نکاح نہیں ہے کیونکہ اس کے لیے فریقین کا ایجاب و قبول ضروری ہے۔ شہود کے سامنے۔ اگر کوئی توڑتا ہے تو وہ فسخ عہد ہے، طلاق نہیں ہے۔

ع۲ منگیتر کو دیکھنا - شرعاً جائز ہے بشرطیکہ نکاح کا ارادہ ہو اور لڑکی کے والدین اس کی اجازت دیں۔ آج کل عموماً سرپرستوں کا اطمینان ہی کافی سمجھا جاتا ہے۔ اگر بعض متضاد خبروں یا متوقع اندیشوں کی بنا پر ایک لڑکا واقعی اس کی ضرورت محسوس کرتا ہے تو اس کو اس کا حق پہنچتا ہے۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: فان استطاع ان ینظر الی ما یدعوہ الی نکاحھا فلیفعل (ابوداؤد) فانظر الیھا فانہ احریٰ ان یؤدم بینکما (رواہ احمد) ان عمر خطب الی علی ابنتہ ام کلثوم فذکر لہ صغرھا ... فقال لہ علی ابعث بھا الیک فان رضیت فھی امرأتک، فارسل بھا فکشف عن ساقیھا الخ (رواہ عبدالرزاق) ولکن عند الحنفیۃ والشافعیۃ انہ لا ینظر غیر الوجہ والکفین وقال ابن قیم عن احمد ثلث روایات واللہ اعلم۔

ع۳ حبل بالزنا - جمہور کے نزدیک زانی وضع حمل سے قبل اپنی مزنیہ حبل بالزنا سے نکاح کر سکتا ہے۔ لیکن قرآن حکیم نے نکاح ... کے لیے وضع حمل کی قید لگائی ہے اور بغیر کسی استثناء کے:-

وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (پ۲۸- الطلاق ع۱)

حضرت عمرؓ کے عہد میں بھی ایسا ایک واقعہ پیش آیا تھا تو آپ نے وضع حمل کے بعد اس کی پیشکش کی تھی۔

فاصاب ابن وھب ابنۃ المرأۃ فرفع ذلک الی عمر بن الخطاب فحد عمر ابن وھب واخر المرأۃ حتی وضعت ثم حدھا وحرص علی ان یجمع بینھما فابی

ابن موہب (عبدالرزاق)

اگر شریعت میں "اعتبارات" کا اعتبار ہے تو پھر گویا مزنیہ کا حمل زانی کا ہی ہے۔ مگر وہ نطفہ حرام کا ہے۔ نکاح کے بعد جس نطفہ کے ذریعے آبیاری کی جائے گی وہ حلال ہوگا۔ اس لیے احتیاط اسی میں ہے وضع حمل کا انتظار کر لیا جائے۔ واللہ اعلم۔

ایک صاحب لکھتے ہیں کہ:

۱۔ ایک صاحب اٹھتے ہیں اور کہتے ہیں، یہ بھی بدعت ہے اور وہ بھی بدعت ہے اور دوسرا اسے عین دین قرار دیتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ: بدعت کی صحیح پہچان کیا ہے اور اس کا دائرہ کیا ہے؟

۲۔ ایک شخص کھانا وغیرہ پکا کر اس پر ختم پڑھ کر غریبوں کو کھلاتا ہے، وہ قرآن ہی تو ہوتا ہے۔ کھانے کے بعد قرآن خوانی کا ثواب بھی مل جاتا ہے۔ آخر اس میں کیا حرج ہے؟

۳۔ مسلمانوں کے قبرستان میں جا کر دعا پڑھی جاتی ہے۔ اگر غیر مسلم کے گورستان میں گزر ہو تو کیا پڑھا جائے۔

الجواب

بدعت۔ بدعت کی تعریفیں بڑی کی گئی ہیں مگر فقیر کے نزدیک زیادہ جامع اور واضح یہ تین تعریفیں ہیں۔ ایک علامہ شاطبیؒ کی، دوسری امام ابن تیمیہ کی اور تیسری امام ابن رجب حنبلی کی۔ ان تینوں کے مطالعہ سے بدعت متشکل ہو کر سامنے آجاتی ہے۔

علامہ شاطبیؒ۔ حضرت امام شاطبی مالکی (ف ۷۹۰ھ) نے بدعت کے دو اسلوب بیان کیے ہیں۔ پہلے کی بہ نسبت دوسرے میں بڑی جامعیت ہے، کیونکہ وہ "بندۂ مومن" کے شب و روز سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔ پہلی تعریف کا تعلق عبادات تک محدود ہے اور دوسری کا دائرہ عادات تک کو محیط اور وسیع ہے۔

عبادات۔ وہ دین کے اندر ایک ایسا اختراع کیا ہوا طریقہ ہے جو تشریع کے مشابہ ہے اور جس پر عمل کرنے سے غرض عبادت میں مبالغہ ہوتا ہے۔

طریقة فی الدین مخترعة تضاھی الشرعیة یقصد بالسلوک علیھا المبالغة فی التعبد اللہ سبحانه (الاعتصام ج ۱)

عادات۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ دین کے اندر وہ ایک ایسا اختراع کیا ہوا طریقہ ہے جو تشریع

کے مشابہ اور جس پر چلنے سے مقصود وہی کچھ ہوتا ہے جو تشریعی انداز سے مطلوب ہوتا ہے۔

البدعة طريقة في الدين مخترعة تضاهي الشريعة يقصد بالسلوك عليها ما يقصد بالطريقة الشرعية (الاعتصام ط۳۰)

بعض افاضل نے تضاهي الشرعية يا الشريعة کے معنی طریقہ جو شریعت کے مشابہ ہو، کیے ہیں، لیکن صحیح مفہوم تشریع اور تشریعی انداز ہے۔ کیونکہ بدعت دراصل شریعت کے مشابہ والی بات سے زیادہ "تشریعی" اسلوب ہے۔ بدعتی تشریع کا ارتکاب کرتا ہے۔ گویا کہ بدعتی مشروع پر اضافہ کر کے مزید تشریع کرتا ہے، جس سے اس کی غرض مشروع عبادات یا عادات میں مبالغہ اور انتہا ہوتی ہے، اگر اس میں نیک نیت ہوتا ہے اور اس کی خواہش ہوتی ہے کہ، اس سے اس کی عبدیت اور تعلق باللہ میں آب و تاب پیدا ہو۔ لیکن اس جائز خواہش کے باوجود اس کے لیے جو امور وہ تشخیص کرتا ہے، وہ ایجاد بندہ کی قسم ہوتی ہے، جس کا اس کو اختیار حاصل نہیں ہوتا۔ کیونکہ تشریع خاصۂ خدا ہے اور بس!

تشریع کا یہ انداز متصوفہ کے ہاں ملتا ہے یا اہل سیاست کے ہاں۔ دونوں اپنی اپنی اختراع (تشریع) کو "شریعت" کی روح اور خواہشات پر مبنی اپنے اضافوں کو شریعت کی جان تصور کرتے ہیں۔ متصوفہ کے اس خانہ ساز تصوف اور کتاب و سنت سے ان بے خبر "سیاسیین" کے دم قدم سے "اقلیم بدعت" کی رونق قائم ہے۔ اگر یہ دونوں طبقے ہوش میں آجائیں یا صفحۂ ہستی سے مٹ جائیں تو بدعت کا چمنستان اجڑ کر رہ جائے۔

علامہ ابن تیمیہ۔ حضرت امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (ف ۷۲۸ھ) نے ایک اور انداز سے "بدعتِ سیئہ" کی تشریح فرمائی ہے، جو عام فہم اور سہل ترین بدعت سے قریب تر ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

حضور کے عہد میں مقتضی (داعیہ) موجود ہو، حالات کے ساتھ مانع بھی کوئی نہ ہو، لیکن اس کے باوجود نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے اختیار نہ کیا ہو۔ ایسی صورت میں بعد میں اگر کوئی صاحب اسے دین اور کارِ ثواب سمجھ کر اختیار کرتا ہے تو وہ احداث ہے، بدعت ہے اور تغییر ہے۔

فكل امر يكون المقتضي لفعله على عهد رسول الله صلى الله موجودا لو كان مصلحة ولم يفعل يعلم انه ليس بمصلحة (اقتضاء الصراط المستقيم ص۱۳۳)

فاما ما كان المقتضي لفعله موجودا لو كان مصلحة وهو مع هذا لم يشرعه فوضعه تغيير لدين الله تعالى (ايضا)

فرمایا ایسی صورت میں "یہ ترک" بجائے خود سنت خاص ہے اور وہ دلیل کے ہر عموم اور قیاس پر مقدم ہوگا۔

فهذا مثال لما حدث مع قيام المقتضى له وزوال المانع لو كان خيرا فان كلما يبتدعه المحدث لهذه المصلحة او يستدل به من الادلة قد كان ثابتا على عهد رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ومع هذا لم يفعله رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فهذا الترك سنة خاصة مقدمة على كل عمومه وكل قياس (اقتضاء الصراط المستقيم ص۱۳۴)

فرمایا اس مرض میں حکمران، علماء (سوء) اور متصوفین مبتلا ہوتے ہیں:

وانما دخل فيه من تسبب الى تغيير الدين من الملوك والعلماء والعباد (ایضاً)

فرمایا: حکمران اپنی سیاسی کوتاہیوں کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں۔

ما انت قصدك اقامة رياستك ...... فهذه المعصية منك لاتبيح لك احداث معصية اخرى (ایضاً ص۱۳۵)

ہاں آپ کے عہد میں داعیہ کے باوجود اگر کوئی مانع موجود تھا اس لیے آپ نہ کر سکے یا داعیہ پیدا ہی حضور کے بعد ہوا ہے تو اب اسے اختیار کیا جا سکتا ہے۔ یعنی عند الحاجۃ۔

فان كان السبب المحوج اليه امرا حدث بعد النبي صلى الله عليه وسلم لكن تركه النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من غير تفريط منا فهنا قد يجوز احداث ما تدعوا الحاجة اليه وكذلك ان كان المقتضى لفعله قائما على عهد رسول الله تعالىٰ عليه وسلم لكن تركه النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لمعارض زال بموته (ایضاً ص۱۳۴)

لیکن ان حالات میں ائمہ دین نے دو طریقے اختیار کیے ہیں، ایک کا کہنا ہے کہ: جب تک کوئی نہی کی صورت سامنے نہ آئے، وہ کام کیا جا سکتا ہے، یہ ان کا قول ہے جو مصالح مرسلہ کے اصول کے قائل ہیں، دوسرا گروہ وہ ہے جو کہتا ہے کہ: جب تک کرنے کا حکم نہ ملے، اسے نہیں کرنا چاہیے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو مصالح مرسلہ کے قائل نہیں ہیں۔

ثم ههنا للفقهاء طريقان احدهما ان ذلك يفعل ما لم ينه عنه وهذا قول القائلين بالمصالح المرسلة والثاني ان ذلك لايفعل ما لم يومر به وهو قول من لا يرى اثبات الاحكام بالمصالح المرسلة (ایضاً ص۱۳۴)

فرماتے ہیں، ان کے دو گروہ ہیں، ایک تو منکرین قیاس کا ہے جو اس وقت تک کوئی حکم ثابت

نہیں مانتے ہیں جب تک اسی لفظ کے تحت وارد نہ ہو جس کو کلام شارع یا اس کے فعل یا تقریر نے نقل نہ کیا ہو، دو سرا وہ ہے جو لفظ شارع اور اس کے مفہوم کی روشنی میں احکام ثابت کرتا ہے۔ یہ اہل قیاس لوگ ہیں۔

وھولاء ضربان قسم من لا یثبت الحکم ان لم یدخل فی لفظ نقلہ کلام المشارع اوفعلہ اوتقریرہ وھم نفاۃ القیاس ومنھم من یثبتہ بلفظ الشارع او بمعناہ وھم القیاسیون (اقتضاء الصراط المستقیم ص۱۳۴)

امام ابن رجب۔ امام ابن رجب (ف ۷۹۵ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اعمال دو قسم کے ہیں (۱) عبادات اور (۲) معاملات۔ جو عبادات اللہ اور اس کے رسول نے ذریعہ قربت نہیں بنایا جو ان کو قربت بنائے گا وہ مردود ہوگا

الاعمال قسمان، عبادات و معاملات فاما العبادات فما کان منھا خارجا عن حکم اللہ و رسولہ بالکلیہ فھو مردود علی عاملہ ...... فمن تقرب الی بعمل لم یجعلہ اللہ و رسولہ قربۃ الی اللہ فعملہ باطل مردود (جوامع الکلم شرح خمسین ص۴۲)

عمل مشروع اور قرب کا ذریعہ بھی ہو لیکن اس میں کچھ اور گھسیڑ دے یا اس سے کچھ کم کر دے، تو وہ عمل اسی قدر مردود ہو جاتا ہے۔

واما من عمل عملاً اصلہ مشروع و قربۃ ثم ادخل فیہ مالیس بمشروع او اخل فیہ بمشروع فھذا ایضا مخالف الشریعۃ بقدر اخلالہ بما اخل او ادخالہ ما ادخل فیہ (ایضا ص۴۳)

باقی رہے معاملات؟ سو جو ان کی شرعی وضع اور شکل بدل دے مثلاً زنا کی حد مالی سزا میں تبدیل کرنا، وہ بھی مردود ہوگا۔

واما المعاملات کالعقود والفسوخ ونحوھما فما کان منھما مغیرا للاوضاع الشرعیۃ کجعل حد الزنا عقوبۃ مالیۃ وما اشبہ ذلک فانہ مردود من اصلہ لا ینتقل بہ الملک (ایضا ص۴۳)

فرماتے ہیں کہ یہ کہنا کہ جو بات ایک جگہ کار ثواب ہے وہ دوسری جگہ بھی ضرور کار ثواب ہوگی، ضروری نہیں:

لیس کل ما کان قربۃ فی موطن یکون قربۃ فی کل المواطن وانما یتبع فی ذلک کلہ

ما وردت به الشریعۃ فی مواضعہا (ص۴۲)

امام موصوف نے اس امر پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے کہ مشروع میں غیر مشروع کی آمیزش یا اس سے مشروع کم کر دینے کی صورت میں وہ عمل سارا مردود ہو جاتا ہے یا کم؟ فرماتے ہیں یہ حسب حال ہوتا ہے کبھی سارا کبھی بقدر آمیزش۔

وھل یکون عملہ من اصلہ مردود علیہ ام لا؟ فھذا لا یطلق القول فیہ برد ولا قبول بل ینظر فیہ (ص۴۳)

امام ابن رجب نے یہ ساری تفصیل اربعین نووی کی پانچویں حدیث، من احدث فی امرنا ھذا مالیس فیہ فھو رد کے تحت ذکر کی ہے، جو قابل دید ہے۔

تینوں کا خلاصہ یہ ہے کہ مشروع عبادات اور عادات میں کارِ ثواب سمجھ کر جو باتیں بطور مبالغہ بڑھائی جاتی ہیں، خاص کر وہ امور جو حضور کے عہد مبارک میں موجود تھے اور مانع بھی کوئی نہیں تھا مگر حضور نے اختیار نہیں فرمایا تھا اس کو اب کارِ ثواب سمجھ کر اختیار کرنا بدعت ہے خاص کر مشروع امور میں طبع زاد ٹانکے لگانا یا حسب مرضی ان میں کمی قدر کمی کرنا، عمل مشروع کو جزوی طور پر یا کلی طور پر باطل کر دیتا ہے۔

بدعت کے موضوع پر یہ وضاحت اگر ملحوظ رکھی جائے تو اس کے سمجھنے اور اس سے بچنے میں کسی کو کوئی دقت پیش نہیں آسکتی — بدعت کے سمجھنے کے لیے علامہ شاطبی کی کتاب الاعتصام اور امام ابن تیمیہ کی اقتضاء الصراط المستقیم اور امام ابن القیم کی اغاثۃ اللھفان کا مطالعہ بصیرت افروز ثابت ہوتا ہے۔

ختم پڑھنا۔ اگر بدعت کی تعریف آپ کو سمجھ آگئی تو "ختم مروجہ" کے غیر مشروع ہونے میں آپ کو دیر نہیں لگے گی ان شاء اللہ۔ اصل کارِ ثواب یہ ہے کہ جہاں سے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شروع کرتے ہیں وہاں سے شروع کریں اور جہاں جاکر آپ رکیں ہم بھی جاکر وہاں رک جائیں۔ باقی رہا "چونکہ چنانچہ" یہ اتنا طویل اور ہمہ گیر جال ہے کہ سانپ بچھو سب اس میں آجاتے ہیں۔ اس لیے سوچنے کے اسی انداز کو بدلنا چاہیے۔ امام شاطبیؒ فرماتے ہیں کہ جو لوگ حدودِ رسول کی پابندی نہیں کرتے وہ دراصل اس امر کا دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ حضور سے بڑھ کر ہیں۔ اصل میں یہ حضور کی بے ادبی ہے: ان الزیادۃ اظہار الاستظہار علی الشارع وقلۃ ادب (الاعتصام)

بسم اللہ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم ایک عظیم ورد اور وظیفہ ہے، لیکن احناف کا نظریہ ہے کہ تشہد میں التحیات سے پہلے بسم اللہ نہیں پڑھنی چاہیے۔

قال محمد بن الحسن شیبانی فی آثارہ : اخبرنا ابو حنیفة عن حماد عن ابراهیم
قال کنت اقول بسم اللّٰہ فقال لی : قل التحیات للّٰہ والصلوات والطیبات الخ قال محمد و
بہ نا خذ لانری ان یزاد فی التشھد ولا ینقص منہ حرف وھو قول ابی حنیفة (کتاب
الآثار فی التشھد)

کیوں؟ صرف اس لیے کہ یہ سنت سے ثابت نہیں۔ حالانکہ بسم اللہ کا ورد عبادت ہے۔

قل ھو اللّٰہ احد۔ سورت اخلاص (قل ھو اللّٰہ احد) کے فضائل کسی سے مخفی نہیں لیکن حضرت
امام سفیان ثوری سے کسی نے پوچھا کہ اگر کوئی شخص اسی کی قرأت پر اکتفا کرتا ہے اور سورت پڑھ سکنے کے
باوجود نہیں پڑھتا تو یہ کیا ہے؟ آپ نے اس کو پسند نہیں فرمایا۔

سئل سفیان عن رجل یکثر قرأۃ "قل ھو اللّٰہ احد" لا یقرأ غیرھا فکرھہ وقال
انما انتم متبعون فاتبعوا الاولین ولم یبلغنا عنھم نحو ھذا (الاعتصام للشاطبی ص ۱۲۵/۲)

امام مالکؒ نے اسے بدعت قرار دیا ہے۔

انہ سئل عن قرأۃ قل ھو اللّٰہ احد مرارا فی الرکعة الواحدۃ فکرہ ذلک وقال ھذا
من محدثات الامور التی احدثوا (الاعتصام ص ۱۲۵/۲۷۰)

حضرت حسن بصری جو تمام صوفیا کے مرشد ہیں، ان سے کسی نے پوچھا کہ: اے ابوسعید! ہماری اس
مجلس کے بارے میں آپ کا کیا حال ہے، یعنی سنیوں کی ایک جماعت ہے جو کسی پر طعن اور طنز نہیں
کرتی، ہم ایک دن اس گھر میں جمع ہوتے ہیں، دوسرے دن دوسرے گھر میں، جمع ہو کر قرآن کی تلاوت
کرتے ہیں اور اپنے اور مسلمان بھائیوں کے لیے دعا مانگتے ہیں؟ راوی کہتا ہے کہ حضرت حسن بصری نے
سختی سے اس سے منع کر دیا تھا۔

قال للحسن یا ابا سعید ما تری فی مجلسنا ھذا؟ قوم من اھل السنة والجماعة
لا یطعنون علی احد نجتمع فی بیت ھذا یوما وفی بیت ھذا یوما لنقرأ کتاب اللّٰہ و
تدعو الانفسنا ولعامة المسلمین؟ قال فنھی الحسن عن ذلک اشد النھی (الاعتصام ص ۱۲۶/۲)

اصل بات یہ ہے کہ جو لوگ حضورؐ کی سنت پر اکتفا نہیں کرتے بدعات کے لیے تازہ دم رہتے
ہیں وہ اس امر کا دروازہ کھولتے ہیں کہ لوگ تشریع اور تقنین کا اختیار رکھتے ہیں۔ اس کے بعد خدا
اور رسول کے پیش کردہ نظام حیات سے بتدریج پیچھا چھڑانے میں بدنیت لوگ بھی کامیاب ہو سکتے
ہیں، بدعت کی وجہ سے اتباع کا جذبہ کمزور پڑتا اور بوالہوس سیاستدانوں کے لیے اس کی آڑ میں

خلق خدا کے لیے پرویزی دامِ تزویر کے جال میں پھنسانا ممکن ہو جاتا ہے۔ بابائیت ہو یا قسطائیت، یہ سب بدعات کی تخلیقات ہیں، اگر آپ ان سے بچیں گے تو کتاب و سنت سے آپ کو ایک گونہ مناسبت پیدا ہو جائے گی۔ ورنہ ایک ایسے جدید اور روشن خیال بن جائیں گے جس کو اپنے ماضی سے کوئی واسطہ رہے گا نہ ربط۔ بس آپ ہی اپنے خدا ہوں گے اور آپ ہی اپنے رہنما۔

غیر مسلم کے قبرستان میں۔ اس سلسلے میں کوئی معروف طریقہ متداول نہیں ہے۔ تاہم اگر کوئی چاہے تو ان کو دوزخ کی بشارت دے سکتا ہے۔ گو یہ خوشی کی بات نہیں ہے تاہم غیرت دینی اور ایک واقعہ کے اظہار کی ایک سبیل ضرور ہے۔

عن عامر بن سعد عن ابیہ قال جاء اعرابی الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال ان ابی کان یصل الرحیم وکان فاین ھذا؟ قال: فی النار! فکان الاعرابی وجد من ذلک فقال یا رسول اللہ فاین ابوك قال فذکرہ قال فاسلم الاعرابی بعدہ فقال لقد کلفنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تعبا ما مررت بقبر کافر الا بشرتہم بالنار (رواہ الطبرانی وسندہ صحیح)

حضرت سعد فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی حضور کے پاس آیا اور کہا کہ میرا باپ صلہ رحمی کیا کرتا تھا اور اس میں یہ یہ باتیں بھی تھیں۔ وہ کہاں ہوگا؟ فرمایا: دوزخ میں۔ دیہاتی نے اس سے دکھ محسوس کیا، پھر اس نے کہا! اے اللہ کے رسول! آپ کے والد کہاں ہیں، آپ نے اس کا بھی ذکر کیا۔ راوی کہتا ہے کہ بعد میں وہ دیہاتی مسلمان ہو گیا اور بتایا کہ: حضور نے مجھے ایک مشقت کے اٹھانے کی تکلیف دی۔ میں کسی بھی کافر کی قبر سے نہیں گزرتا مگر میں اسے دوزخ کی بشارت ضرور دیتا ہوں۔

اگر کوئی چاہے تو ان الفاظ میں ان کو مخاطب کر سکتا ہے جن الفاظ میں حضورؐ نے غزوۂ بدر کے مردہ کفار سے خطاب فرمایا تھا۔

هَلْ وَجَدْتُّمْ مَا وَعَدَكُمْ رَبُّكُمْ حَقًّا۔

تم سے تمہارے رب نے جو وعدہ کیا تھا، کیا تم نے وہ سب کچھ سچ پا لیا۔

ان ابن عمر اخبرہ قال اطلع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی اھل القلیب فقال: ھل وجدتم ما وعدکم ربکم حقا فقیل لہ تدعوا امواتا قال ما انتم باسمع منھم ولکن لا یجیبون (بخاری ص۱۸۳ کتاب الجنائز باب ما جاء فی عذاب القبر)

ایک صاحب لکھتے ہیں کہ:

۱۔ ایک سوشلسٹ نے طنز کرتے ہوئے کہا کہ جس اسلام کو تم لیے پھرتے ہو، وہ تو ناقابلِ عمل ہے، مثلاً ایک شخص اپنی بیوی کو ناشائستہ حالت میں غیر کے ساتھ دیکھتا ہے، اب اس کو حکم ہے کہ چار گواہ لاؤ اور وہ یوں کہیں کہ ہم نے مخصوص رنگ میں ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، کیا یہ ممکن ہے؟ اگر ناممکن ہے تو اس کے معنی ہوئے کہ، فریقین گل چھرے اڑائیں، نہ تو من تیل ہوگا نہ رادھا ناچے گی، گویا کہ آپ کے اسلام نے مجرموں کو جرائم کے لیے سہولتیں مہیا کی ہیں۔

۲۔ بات صرف عورت اور مرد کی نہیں بلکہ دو عورتیں بھی باہم مل کر اس طرح منہ کالا کرتی، چپٹی لڑاتی ہیں یا جعلی آلات سے کام لیتی ہیں۔ ان کا کیا کرو گے اور کہاں سے چار گواہ لاؤ گے، مل جائیں تو ان کی سزا کیا ہوگی؟

محدث کے ذریعے جواب کا انتظار کروں گا تاکہ دوسرے بھی جواب سن لیں!

الجواب

جرم زنا اور جان انسان کا ضیاع۔ سوشلسٹ حضرات: اَلَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ (پ ۳۰) کی دنیا سے بولتے اور اٹھتے ہیں۔ ایسے موقع پر صحیح علاج یہ ہے کہ قرآن حکیم کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے "اعوذ" پڑھی جائے۔ کیونکہ ان کے سوالات "وضوحِ حق" کے لیے نہیں ہوتے بلکہ صرف حق سے بدگمان کرنے کے لیے ہوتے ہیں۔

اسلام نے تو اس مخمصہ سے نکالنے کے لیے ایک معقول اور غیر متمدنانہ راہ کھولی ہے مگر سوشلسٹ کا معاملہ تو اس کے بالکل برعکس ہے۔ ان کے ہاں تو یہ اصول ہے کہ مفت ہاتھ آجائے تو مال اچھا ہے۔

میری طالب علمی کے زمانہ کی بات ہے، جبکہ راقم الحروف ملتان میں مشہور درس گاہ "قاسم العلوم" میں زیر تعلیم تھا، وہاں ہمارے محلہ میں ایک ہندو نوجوان رہتا تھا۔ اس کے اپنی ہمشیرہ سے ناجائز مراسم تھے اور وہ بڑی بے شرمی سے کہتا تھا کہ اپنی بہن اپنے ہاتھ سے غیر کے حوالے کرنے میں اگر آپ کو شرم نہیں آتی تو خود رکھ لینے میں کیا حرج ہے؟ ؎ شرم تم کو مگر نہیں آتی۔

بات صرف جرم زنا کی سنگینی کی نہیں، اس سے بڑھ کر انسانی جان کے ضیاع کا احساس بھی سامنے ہے۔ زنا کی حد انتہائی سنگین اور حوصلہ شکن حد ہے، اسے یونہی راہ چلتے نافذ کر دینا دانشمندانہ بات نہیں ہے۔ بہر حال اسلام چاہتا ہے کہ جرائم کا انسداد ضرور ہو مگر صرف کسی ٹھوس اور یقینی شہادت کے بغیر کسی کی جان لینے سے پرہیز کیا جائے، اس لیے حضور کا ارشاد ہے، معاف کرنے میں سہو ہو جائے تو

کوئی حرج نہیں لیکن سزا کے معاملے میں کوتاہی نہ ہونے پائے۔

ان الامام ان یخطی فی العفو خیر من ان یخطی فی العقوبۃ (اخرجہ الترمذی وقد اعل الحدیث بالوقف) ادرؤا الحدود بالشبہات (بیہقی عن علیؓ)

اگر مرد کو اس سلسلہ میں واقعی یقین ہے کہ ایسا ہوا ہے تو یہ اس کی ذاتی بات ہے۔ قانون کے تقاضوں کو مطمئن کرنے کے لیے اپنے ذاتی اطمینان کا واسطہ دینا کافی نہیں ہوتا بلکہ اس کے لیے ضروری ہے کہ مناسب گواہ مہیا کیے جائیں کیونکہ یہ صرف کسی کی جان لینے کی بات نہیں ہے بلکہ خاندانی روایات اور مستقبل کے لیے بھی اس کے نتائج نہایت دوررس ہو سکتے ہیں۔ اور یہ صرف اسلامی نظامِ سیاست کا اقتضا نہیں، دنیا کے ہر نظام میں اس کے لیے کچھ شرائط پائی جاتی ہیں۔

ہاں ایسی صورت میں جب کہ مرد اپنی بیوی کے سلسلے میں غیر مطمئن ہے اور اپنے مشاہدہ کی بنا پر اپنی غیرت کے چرکوں سے نڈھال ہو رہا ہے تو اس مخمصہ سے نکلنے کے لیے اسلام نے یہ راہ کھولی ہے کہ وہ لعان کرے (بخاری) لعان یہ ہے کہ: یہ کیس حاکم کے پاس لے جائے، اور وہ ان سے قسم لے کہ بخدا! میں نے ان کو بدکاری کرتے دیکھا ہے۔ چار دفعہ ایسا کرے، پانچویں بار کہے کہ: اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر خدا کی لعنت۔ اگر عورت اس کے حلف کو قبول کرے تو اسے رجم کیا جائے گا۔ اگر وہ انکار کرے تو اس سے اسی طرح چار دفعہ حلف لیا جائے گا کہ: میں خدا کو گواہ کر کے کہتی ہوں کہ اس نے مجھے زنا کرتے نہیں دیکھا۔ پانچویں بار یوں کہے کہ: اگر مرد دعوے میں سچا ہو تو مجھ پر خدا کا غضب۔ اس کے بعد ان میں لازوال تفریق ہو جائے گی۔ ان کا مرتے دم تک پھر نکاح نہیں ہو سکے گا ـــ لعان کا ذکر سورۂ نور میں آیا ہے۔

باقی رہی مرد کے دل کی بھڑاس کی بات؟ سو گو وہ تکلیف دہ ہے تاہم یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ عورت اپنے شوہر کی بیوی ہے، مرغی نہیں ہے کہ اگر وہ چاہے تو اس کے گلے پر خود چھری بھی پھیر دے۔ یہ ایک معاشرتی عقد اور عہد ہے، مال مویشی کی بیع نہیں ہے، زیادہ سے زیادہ یہی ہو سکتا ہے کہ: اب اس عقد کو فسخ کر دیا جائے، ایسا تو نہیں کہ وہ اس کی جان لینے کا بھی حقدار ہے۔ جہاں تک اس سلسلے میں "رجم۔ سنگساری" کی بات ہے وہ تو صرف اسلامی حدود کی خلاف ورزی کی سزا ہے۔ اس لیے ان کو "حدود اللہ" کہا گیا ہے۔ شوہر کے جذبات سے قطع نظر، اگر اسلام اس سلسلے کا نصابِ شہادت یا نصابِ لعان سے مطمئن ہو جاتا ہے تو وہ اس کے خلاف قانونی کاروائی کرنے کا حکم دیتا ہے، ورنہ نہیں۔ اگر اس کے باوجود کوئی صاحب اپنی صوابدید یا اطمینان کی بنا پر اپنا

حکم چلا لیتا ہے۔ ایسے سرکاری قانون میں دست درازی تصور کیا جاتا ہے۔ ہاں مناسب شہادت یا اعتراف کے فقدان کی وجہ سے صرف ان کو سنگسار نہیں کر سکتے، لیکن یہ کہ حکمران مناسب اطمینان کے باوجود ان کے خلاف اور کوئی تادیبی کارروائی بھی نہیں کر سکتے یہ غلط ہے حکومت تطہیر اور سد ذرائع کے لیے اور بھی کچھ شرعی حدود کے اندر رہ کر کر سکتی ہے۔ صرف ان کی جان نہیں لے سکتی۔

۲۔ **چلیٹی لڑانا۔** حضرت امام زہری فرماتے ہیں کہ علما کا یہی فتویٰ ہے کہ جو عورتیں اس کا ارتکاب کریں ان کو سو درے لگائے جائیں۔ علما سے مراد صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں۔

قال ابن جریج اخبرنی ابن شہاب قال ادرکت علماءنا یقولون فی المرأۃ تاتی المرأۃ بالرفغۃ واشباھھا تجلدان مائۃ مائۃ، الفاعلۃ والمفعولۃ بھا۔ (عبد الرزاق)

باقی رہا ان کو پکڑنے کا معاملہ؟ سو ہم پر یہ ایسا فریضہ نہیں ہے کہ اگر مناسب شہادت میسر نہ ہو سکے تو ضرور ہی پکڑا جائے۔ جو یہاں شرعی شہادتوں کے نہ ملنے کی وجہ سے بچ جاتے ہیں، وہ خدا کی اخروی پکڑ سے کہاں بچ کر جا سکیں گے۔ اس کے علاوہ شہادتوں کا یہ نصاب شرعی حدود کے نفاذ کے لیے ہے اگر اس سے کمتر شہادتوں کے باوجود حکمران اس سلسلے میں کسی نتیجے پر پہنچ پاتے ہیں تو وہ ان کے بارے میں دوسرے مناسب اقدام کر سکتے ہیں۔ جن کے ذریعے ان مجرمات کو راہ پر لانا ممکن ہو سکتا ہے۔

یہی بات ان دوسرے مجرموں کی ہے جو غلط راہ پر چل رہے ہیں لیکن شرعی نصاب شہادت کے فقدان کی وجہ سے "حد شرعی" کی زد سے بچ بچ جاتے ہیں۔ حکومت ان کو اس سے باز رکھنے کے لیے دوسرے ایسے اقدامات (زواجر، تنبیہیں) اختیار کر سکتی ہے جو فضا کو پاکیزہ رکھنے اور جرائم پیشہ افراد کی راہ روکنے کے لیے مناسب ہو سکتے ہیں۔ شہادت کا کورس ادھورا ہونے کی وجہ سے "شرعی حد" جاری نہ ہونے کے یہ معنی نہیں، کہ دوسرے قابل ذکر قرائن، شواہد اور ناقص شہادتوں کے ہوتے حکمران ان کو "قید" بھی نہیں کر سکتا یا ان کو تاوان اور دوسری تادیبی کارروائی کے ذریعے ان کی حوصلہ شکنی بھی نہیں کر سکتا۔ شہادتوں کی کمی کا صرف اتنا ان کو فائدہ ہوتا ہے کہ وہ سنگساری سے بچ جاتے ہیں نہ یہ کہ ان کے خلاف اور کوئی تادیبی اقدام بھی نہیں کیا جا سکتا۔

نابالغ لڑکی کا نکاح۔ نابالغ لڑکے کی طلاق

مہووالی (شیخوپورہ) سے ایک مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ۔

۱۔ ایک باپ نے کسی سے اپنی کمسن نابالغ لڑکی کا نکاح کر دیا۔ لیکن نابلوغ وہ لڑکی والدین کے

پاس ہی رہی اور جب بالغ ہوئی تو اس نے بچپن کے اس نکاح کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ کیا اسے اس کا حق پہنچتا ہے اور وہ اس کو رد کر سکتی ہے؟ اور بعد میں عدت گزارے بغیر وہ کسی دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔

۲۔ نابالغ لڑکی کو طلاق ہو جائے تو اس کے لیے عدت ہے یا نہیں؟

۳۔ کیا نابالغ لڑکا طلاق دے سکتا ہے؟

الجواب

۱۔ **حق فسخ**۔ نابالغ لڑکی، بالغ ہونے پر اگر وہ چاہے تو بچپن کے نکاح کو قبول کرنے سے انکار کر سکتی ہے اور یہ حق رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے عطا کیا ہے۔

عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اَنَّ جَارِیَۃً بِکرًا اَتَتِ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَذَکَرَت اَنَّ اَبَاھَا زَوَّجَہَا وَھِیَ کَارِھَۃٌ فَخَیَّرَھَا النَّبِیُّ صَلَّی اللہ علیہ وسلم رواہ ابوداؤد وقال حدثنا محمد بن عُبَید نا حماد بن زید عن ایوب عن عکرمۃ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھذا الحدیث قال ابوداؤد: لم یذکر ابن عباس وھکذا رواہ مرسلا معروف۔ ولھذا قال الحافظ رواہ احمد وابوداؤد وابن ماجۃ واُعِلّ بارسال ولکن ردہ صاحب سبل السلام وقال الحافظ ابن القیم فی زاد المعاد: ولیس روایۃ ھذا الحدیث مرسلۃ بعلۃ فیہ فانہ قد روی مسنداً ومرسلا فان قلنا بقول الفقہاء ان الاتصال زیادۃ ومن وصلہ مقدم علی من ارسلہ فظاھر ۔۔۔۔۔۔۔۔ وان حکمنا بارسال کقول کثیر من المحدثین فھذا مرسل قوی قد عضدتہ الآثار الصحیحۃ الصریحۃ والقیاس وقواعد الشرع انتہی۔

ترجمہ حدیث۔ حضرت ابن عباس (رسول کریم کے چچا زاد بھائی) فرماتے ہیں کہ ایک کنواری لڑکی رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئی اور شکایت کی کہ اس کے والد نے اس کی مرضی کے بغیر اس کا نکاح کر دیا ہے، آپ نے (یہ سن کر) اس کو اس کا اختیار دے دیا (کہ فسخ کرے یا رہنے دے)

اس حدیث پر بعض بزرگوں نے اعتراض کیا ہے کہ یہ واقعہ ایک تابعی نے بیان کیا ہے صحابی نے نہیں، مگر محدثین نے اس اعتراض کو رد کر دیا ہے اور کہا ہے کہ یہ روایت صحیح ہے۔

عَن بُرَیدَۃَ قَالَ: جَاءَت فَتَاۃٌ اِلَی النَّبِیِّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، فَقَالَت اِنَّ

اِنَّ اَبِیْ زَوَّجَنِیْ ابْنَ اَخِیْہِ یَرْفَعُ بِیْ خَسِیْسَتَہٗ، قَالَ فَجَعَلَ الْاَمْرَ اِلَیْھَا فَقَالَتْ قَدْ اَجَزْتُ مَا صَنَعَ اَبِیْ وَلٰکِنْ اَرَدْتُ اَنْ تَعْلَمَ النِّسَآءُ اَنْ لَیْسَ اِلَی الْاٰبَآءِ مِنَ الْاَمْرِ شَیْئٌ (رواہ ابن ماجہ قال السندی: وفی الزوائد اسنادہ صحیح انتھی۔

حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں کہ ایک نوجوان لڑکی حضور کے پاس آئی اور کہا کہ میرے باپ نے اپنا آتو سیدھا کرنے کے لیے اپنے بھتیجے سے میرا نکاح کر دیا، اس پر حضور نے اس کو اس کا اختیار دیا (کہ جس طرح چاہے کرلے) پھر وہ بولی کہ میرے باپ نے جو کیا ہے میں نے اس کی اجازت دی ہے لیکن (آپ سے شکایت سے غرض یہ تھی کہ) عورتیں جان لیں کہ باپ اس کا حق نہیں رکھتے۔

یہ صورت دراصل "ولی سیٔ الاختیار" کی ہے کہ وہ اپنے کسی خفیہ لالچ اور غرض کے لیے یہ اقدام کرتا ہے۔ ایسی صورت میں احناف کے نزدیک بھی یہ نکاح جائز نہیں ہے۔ حنفیوں کی معتبر کتاب درمختار میں ہے۔

(ان کان الولی) المزوج بنفسہ بغبن (ابا او جدا) وکذا المولی وابن المجنونۃ (لم یعرف منھما سوء الاختیار) مجانۃ او فسقا (وان عرف، لا)"

ردالمحتار میں ہے۔

وفی شرح المجمع: حتّٰی لو عرف من الاب سوء الاختیار لسفھہ او لطعمہ لا یجوز عقدہ اجماعا اھ (ردالمحتار)

اس لیے لڑکی کو فسخ نکاح کا حق حاصل ہے اور وہ مقامی یونین کونسل کے ذریعے فسخ نکاح کا حکم حاصل کر کے بغیر کسی عدت کے دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔ کیونکہ فسخ نکاح خلوت صحیحہ سے پہلے حاصل کیا گیا ہے۔ یاایھا الذین اٰمنوا اذا نکحتم المؤمنٰت ثم طلقتموھن من قبل ان تمسوھن فما لکم علیھن من عدۃ تعتدونھا (پ ۲۲۔ احزاب رکوع ۶)

اے مسلمانو! جب تم مسلمان عورتوں کو (اپنے) نکاح میں لاؤ، پھر ان کو ہاتھ لگانے (خلوت صحیحہ) سے پہلے طلاق دے دو تو عدت (میں بٹھانے) کا تم کو ان پر کوئی (حق) نہیں کہ لگو عدت کی گنتی پوری کرانے۔

امام ابن قدامۃ حنبلی (ف ۶۲۰ھ) بھی یہی لکھتے ہیں:

فاما غیر المدخول بھا والحامل التی تبین حملھا والآئسۃ والتی لم تحض فلا سنۃ لطلاقھا ولا بدعۃ۔ فمتی قال لھا انت طالق للسنۃ او للبدعۃ فی الحال (رحمۃ الفقہ کتاب الطلاق)

اصل اصول یہ ہے کہ، بالکلیہ اولاد خود مختار ہے نہ والدین، اولاد کے لیے اپنے والدین کو مطمئن کرنا اور والدین کے لیے اپنی اولاد کو اعتماد میں لینا شرعاً نہایت ضروری ہے، اس کے بغیر نکاح مشکل ہے۔ والدین کو ٹھکرا کر اگر لڑکی خود ہی جا کر نکاح رچاتی ہے یا لڑکی کو مطلع کیے بغیر والدین جہاں چاہیں اسے جھونک دیتے ہیں تو شرعاً جائز نہیں ہے نہ شرعاً یہ بیل منڈھے چڑھے گی۔

۲۔ نابالغ لڑکی کی عدت ۔ اگر طلاق خلوت صحیحہ سے پہلے ہو گئی ہے تو عدت نہیں ہے۔ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ اگر خلوت صحیحہ کے بعد ہوئی ہے تو اسے تین ماہ عدت گزارنا ہو گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَالّٰٓئِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِکُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓئِیْ لَمْ یَحِضْنَ (پ ۲۸۔ الطلاق)

اور تمہاری بیویوں میں سے جو عورتیں حیض سے ناامید ہو گئیں، اگر تم کو شبہ رہ گیا تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور (ایسے ہی ان کے لیے ہے) جن کو حیض نہیں آیا۔

یعنی جن کو حیض آیا ہی نہیں یا کبر سنی کی وجہ سے اب بالکل موقوف ہو گیا ہے اور ان کے بارے میں تم فکر مند ہو کہ ان کی عدت کیا ہونی چاہیے تو آپ کو بتا دیا کہ تین ماہ اور صرف تین ماہ۔

۳۔ کیا نابالغ لڑکا طلاق دے سکتا ہے؟ نابالغ لڑکا اور لڑکی کے ولی ان کے ماں باپ ہوتے ہیں، اس لیے نکاح کے وقت ان نابالغوں کی طرف سے والدین ہی ہوتے ہیں۔ یہ ایک متفقہ مسئلہ ہے۔ اسی پر طلاق کو قیاس کیا جا سکتا ہے۔ امام شوکانی لکھتے ہیں۔

واما کونه من مکلف مختار، فلان امر الصغیر الی ولیه (الدراری المضیئة کتاب الطلاق)

کیونکہ نابالغ لڑکے کو طلاق کا اختیار ہی نہیں ہے: یہی نظریہ حضرت علیؓ اور امام زہری شعبی، امام نخعی کا ہے۔

عن الزهری فی الصبی قالا: لا یجوز طلاقه ولا عتاقه ولا جام علیه الحد حتی یحتلم (مصنف عبد الرزاق)

مولانا السعید المجتبیٰ السعیدی السلفی قسط (۱)

فضائل و مسائل رمضان المبارک

الحمدللہ۔ وہ مبارک ماہ آگیا جس کے لیے ایمان والے سخت منتظر تھے۔ یہ وہ بابرکت مہینہ ہے جو اپنے جلو میں کروڑوں رحمتیں، برکتیں رکھتا ہے۔ سب سے بڑھ کر اس کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ اس مقدس مہینہ میں اللہ عزوجل نے اپنا قانونِ ہدایت اپنے بندوں کی طرف نازل فرمایا۔ جس طرح تمام انبیاء میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو فضیلت حاصل ہے اور تمام کتب میں قرآن کریم کو فضیلت ہے اسی طرح تمام مہینوں میں رمضان المبارک کو فضیلت حاصل ہے۔

فضیلت ماہ رمضان

۱۔ رمضان المبارک کا چاند نظر آتے ہی جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ جہنم کے دروازے بند اور سرکش شیاطین مقید ہو جاتے ہیں۔

عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا جاء رمضان فتحت ابواب الجنۃ وغلقت ابواب النار وصفدت الشیطین (مسلم ص ۳۴۶)

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رمضان آجاتا ہے تو جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند ہو جاتے ہیں اور شیاطین کو جکڑ دیا جاتا ہے۔

۲۔ یہی وہ مبارک مہینہ ہے جس کے لیے سارا سال جنت کو مزین کیا جاتا ہے۔

عن ابن عمران النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان الجنۃ تزخرف لرمضان من راس الحول الی حول (مشکوٰۃ ص ۱۷۴)

ترجمہ:۔ حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت کو رمضان کے لئے ابتدا سال سے آخر تک خوبصورت بنایا جاتا ہے۔

۳۔ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صام رمضان ایمانا واحتسابا غفرلہ ما تقدم من ذنبہ ومن قام رمضان ایمانا واحتسابا غفرلہ ما تقدم من ذنبہ

ومن قام لیلة القدر غفرلہ ما تقدم من ذنبہ (متفق علیہ (مشکوٰۃ ص۱۷۳)

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ایمان کی حالت میں طلب ثواب کی خاطر روزہ رکھتا ہے۔ اس کے گزشتہ سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور جو شخص ایمان کی حالت میں طلب ثواب کی خاطر قیام کرے (اعلا) اس کے بھی سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور جو شخص ایمان کی حالت میں طلب ثواب کی خاطر لیلۃ القدر کا قیام کرتا ہے اس کے بھی سابقہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

۴۔ عن سلمان الفارسیؓ قال خطبنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی اخر یوم من شعبان فقال[۱] یا ایھا الناس قد اظلکم شھر عظیم شھر مبارک فیہ لیلة خیر من الف شھر جعل اللہ صیامہ فریضة وقیام لیلہ تطوعا من تقرب فیہ بخصلة من الخیر کان کمن ادّی فریضة فیما سواہ ومن ادّی فریضة فیہ کان کمن ادّی سبعین فریضة فیما سواہ وھو شھر الصبر والصبر ثوابہ الجنة و شھر المواساة، و شھر یزاد فیہ رزق المؤمن من فطر فیہ صائما کان لہ مغفرة لذنوبہ وعتق رقبتہ من النار وکان لہ مثل اجرہ من غیر ان ینقص من اجرہ شیٔ قلنا یا رسول اللہ لیس کلنا نجد ما نفطر بہ الصائم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعطی اللہ ھذا الثواب من فطر صائما علی مذقة لبن او تمرة او شربة من ماء ومن اشبع صائما سقاہ اللہ من حوضی شربة لا یظمأ حتّٰی یدخل الجنة وھو شھر اولہ رحمة واوسطہ مغفرة واٰخرہ عتق من النار ومن خفف عن مملوکہ فیہ غفر اللہ لہ واعتقہ من النار (مشکوٰۃ ص۱۷۳)[۱]

ترجمہ:۔ حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آن حضرت نے شعبان کے آخری دن خطبہ ارشاد فرمایا۔ آپ نے فرمایا لوگو! تم پر ایک عظیم ماہ سایہ فگن ہے۔ یہ بابرکت مہینہ ہے۔ یہ ایک ایسا مہینہ ہے جس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار ماہ سے افضل ہے خدا نے اس ماہ کے روزے فرض کیے ہیں اور رات کا قیام نفل بنایا ہے۔ اس ماہ میں نفلی کام کا اتنا ثواب ہوتا ہے جتنا دوسرے دنوں میں فرضی کام کا۔ اس ماہ میں ایک فرض کا ادا کرنا ایسا ہے۔ جیسے باقی دنوں میں ستر فرض ادا کیے جائیں۔ یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے۔ یہ مواسات (ہمدردی) کا مہینہ ہے۔ اس ماہ میں مومن کے رزق میں وسعت کی جاتی ہے اور جو شخص روزہ دار کا روزہ افطار کراتا ہے اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور وہ دوزخ سے آزاد ہو جاتا ہے اس کو روزہ دار کے برابر ثواب

[۱] مدار اسنادہ علی علی بن زید بن جدعان وثقہ بعضہم اتیاس وھو مجہول لم فی بعض کتب ابن زنجویہ والزبیدی۔

ملتا ہے۔ صحابہ نے کہا کہ یا رسول اللہ ہم میں سے ہر شخص کو اتنی وسعت نہیں کہ روزہ دار کو افطار کرائے۔ آپؐ نے فرمایا جو شخص صرف پانی کے ایک گھونٹ یا دودھ کے ایک گھونٹ یا کھجور کے ساتھ افطار کرائے اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور جو شخص روزہ دار کو پیٹ بھر کر کھانا کھلائے اس کو اللہ تعالیٰ میرے حوض سے پانی پلائیں گے اور وہ جنت میں جانے تک پیاسا نہ ہوگا۔ یہ ایسا مہینہ ہے جس کا پہلا حصہ رحمت، دوسرا حصہ مغفرت اور تیسرا حصہ آگ سے آزادی کا ہے اور جو شخص اپنے مملوک سے اس مہینہ میں رعایت کرے گا اللہ اس کو بخش دیں گے اور جہنم سے آزاد کر دیں گے۔

فرضیتِ روزہ

رمضان المبارک کا روزہ ہر عاقل، بالغ مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے۔ روزے ۲ھ میں فرض ہوئے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (البقرۃ آیت ۱۸۳)

ترجمہ:۔ اے مومنو! تم پر روزے اسی طرح فرض کئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض تھے تاکہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔

حدیث میں آیا ہے آپؐ نے فرمایا بنی الاسلام علی خمس۔ کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے انہی میں سے چوتھے نمبر پر روزہ ہے۔ روزہ کا چھوڑنا اتنا ہی گناہ ہے جتنا نماز کے چھوڑنے کا اور صاحب استطاعت مسلمان کا زکوٰۃ اور حج ادا نہ کرنے کا۔

ترکِ روزہ کا گناہ

بلا عذر شرعی روزہ نہ رکھنا سخت گناہ ہے جس شخص نے ایک روزہ بلا وجہ معقول چھوڑ دیا اگر اس کے کفارہ میں زندگی بھر روزے رکھتا رہے تب بھی گناہ کی تلافی نہ ہو سکے گی۔

عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم من افطر يوماً من رمضان من غير رخصة ولا مرض لم يقض عنه صوم الدهر كله وان صامه (ابن ماجه۔ ابو داؤد)

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ آں حضرتؐ نے فرمایا جو شخص رمضان المبارک میں ایک دن بغیر عذر شرعی (رخصت اور بیماری کے) روزہ نہ رکھے اس کی قضا میں اگرچہ زندگی بھر روزے رکھتا رہے قضا نہ ہو سکے گی۔

فضیلت روزہ

احادیثِ مبارکہ میں رمضان المبارک کے روزوں کی فضیلت بکثرت آئی ہے۔

۱۔ آنحضرت نے فرمایا من صام رمضان ایمانا و احتسابا غفرلہ ما تقدم من ذنبہ جس نے رمضان کے روزے ایمان کی حالت میں طلب ثواب کی خاطر رکھے۔ اس کے گزشتہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

۲۔ نیز آپ نے فرمایا۔ ان فی الجنۃ بابا یقال لہ الریان لا یدخلہ الا الصائمون متفق علیہ۔ جنت میں ایک خصوصی دروازہ ہے جس کو ریان کہا جاتا ہے اس میں سے صرف روزہ دار (جنت میں) داخل ہوں گے۔

۳۔ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصیام جُنّۃٌ (صحیح مسلم ص۳۶۳)

ترجمہ:۔ آپؐ نے فرمایا روزہ (گناہوں سے) ڈھال ہے۔

۴۔ عن ابی صالح الزیات انہ سمع ابا ھریرۃ یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل عمل ابن آدم لہ الا الصیام فانہ لی وانا اجزی بہ والصیام جنۃ فاذا کان یوم صوم احدکم فلا یرفث یومئذ ولا یسخب فان سابہ احد او قاتلہ فلیقل انی امرؤ صائم والذی نفس محمد بیدہ لخلوف فم الصائم اطیب عند اللہ یوم القیمۃ وللصائم فرحتان یفرحھما اذا افطر بفطرہ واذا لقی ربہ فرح بصومہ (صحیح مسلم ص۳۶۳)

ترجمہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابن آدم کا ہر عمل اس کے لیے ہے۔ مگر روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ روزہ (گناہوں سے) ڈھال ہے جب تم سے کوئی روزہ سے ہو تو فضول باتیں نہ کرے اور نہ بے ہودہ گفتگو کرے اگر کوئی اسے گالی دے یا لڑنا چاہے تو یہ کہے کہ میں روزہ دار ہوں۔ خدا کی قسم روزہ دار کے منہ کی ناپسند ہوا بھی اللہ کریم کو قیامت کے دن کستوری سے بھی زیادہ محبوب ہو گی۔ روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں ایک روزہ افطار کرنے کے وقت اور دوسری خوشی اس وقت ہو گی جب وہ اپنے رب کو ملے گا۔ اپنے روزے کی وجہ سے خوش ہو گا۔

۵۔ عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من عبد یصوم یوما فی سبیل اللہ الا باعد اللہ بذلک الیوم وجھہ عن النار سبعین خریفا (صحیح مسلم ص۳۶۴)

ترجمہ:۔ جو شخص اللہ کی راہ میں ایک دن روزہ رکھتا ہے۔ اللہ اسے اس روزہ کے بدلے جہنم سے ستر برس (کی مسافت جتنا) دور کر دیں گے۔

اس کے علاوہ بھی احادیث میں روزہ کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان باقی جس قدر نیک عمل کرے دوسرے لوگوں کو پتہ چل ہی جاتا ہے۔ لیکن روزہ ایک ایسا عمل ہے جس کا کسی دوسرے کو پتہ نہیں چل سکتا جب تک روزہ دار از خود نہ بتائے۔ چونکہ اس میں خلوص حد سے زیادہ ہوتا ہے اور یہ ریا کے شائبوں سے پاک ہے اس لیے اس کی اتنی فضیلت آئی ہے۔

استقبالی روزہ

رمضان المبارک کی آمد کی خوشی میں بعض جاہل لوگ استقبالی روزہ رکھتے ہیں یہ جائز نہیں۔ ہاں اگر کسی شخص کی عادت ہے کہ وہ مقررہ دنوں میں روزے رکھتا ہے اور اتفاقاً اس بار ایسا اتفاق ہوا کہ اس کا مقررہ دن آیا اور وہ دن شعبان کا آخری دن تھا تو وہ شخص اپنی عادت مقررہ کے مطابق روزہ رکھ سکتا ہے۔ اگر وہ شخص پہلے سے روزے نہیں رکھتا تھا۔ اب رمضان المبارک کی بنا پر رکھتا ہے تو یہ ناجائز ہے کیونکہ ایسے استقبالی روزوں سے منع آئی ہے۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تقدموا شھر رمضان بصیام قبلہ بیوم او بیومین الا ان یکون رجل کان یصوم صوما فلیصمہ (ترمذی ص۱۴۳۔ ابن ماجہ ص۱۲۰)

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رمضان سے ایک یا دو دن پہلے روزہ نہ رکھو مگر وہ شخص جو پہلے روزے رکھا کرتا ہے وہ رکھ لے۔

مشکوک دن کو روزہ رکھنا

شعبان کے ۲۹ دن گزرنے پر اگر چاند نظر آ جائے تو بہتر ورنہ ۳۰ دن پورے کرنے کے بعد رمضان کے روزے رکھنے چاہییں حکم ہے فاکملوا عدۃ شعبان ثلثین شعبان کے ۳۰ دن پورے کرو اور جس دن کے بارے میں شک ہو اس دن بھی روزہ نہیں رکھنا چاہیے احادیث میں منع آئی ہے۔ عن عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ قال من صام الیوم الذی یشک فیہ فقد عصی ابا القاسم صلی اللہ علیہ وسلم۔ (ابوداؤد۔ نسائی۔ ترمذی۔ ابن ماجہ ص۱۲۰)

ترجمہ:۔ جس نے مشکوک دن میں روزہ رکھا اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔

رویت ہلال کے بارے میں گواہی

اگر کوئی موحد مسلمان گواہی دے کہ میں نے چاند دیکھا ہے تو اس کی گواہی معتبر

ہو گی اور اس ایک آدمی کی گواہی پر روزہ رکھ لیا جائے۔

۱- عن ابن عباس قال جاء اعرابی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال انی رأیت الھلال فقال اتشھد ان لا الہ الا اللہ، اتشھد ان محمداً رسول اللہ قال نعم قال یا بلال اذن فی الناس ان یصوموا غداً (ترمذی ص ۱۲۳- ابو داؤد ص ۳۲۰- ابن ماجہ ص ۱۲۰)

ترجمہ:- ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک اعرابی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر کہا کہ میں نے چاند دیکھا ہے آپ نے دریافت فرمایا کیا تو اللہ کے ایک ہونے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دیتا ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ آپؐ نے حضرت بلال کو حکم دیا کہ اعلان کر دو کہ لوگ کل روزہ رکھیں۔

روزہ دار پر پابندی

۱- عن ابی ہریرۃ روایۃ اذا اصبح احدکم یوما صائما فلا یرفث ولا یجھل فان امرؤ شاتمہ او قاتلہ فلیقل انی صائم انی صائم (صحیح مسلم ص ۳۶۳)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوع روایت بیان کرتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی ایک روزہ کی حالت میں صبح کرے نہ جماع کرے[1] اور نہ جہالت کے کام کرے اگر کوئی اسے گالی دے یا لڑنے کا ارادہ کرے تو جواباً یہ نہ گالی دے نہ لڑے صرف یہ کہے کہ میں روزہ دار ہوں (میں کچھ نہیں کہتا)

۲- عن ابی ہریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم من لم یدع قول الزور والعمل بہ فلیس للہ حاجۃ بان یدع طعامہ وشرابہ (ترمذی ص ۱۲۵)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص (روزہ رکھ کر بھی) جھوٹ اور برائی کو نہ چھوڑے اللہ کو اس کے بھوکے پیاسے رہنے کی کوئی ضرورت نہیں (اس کا روزہ بے فائدہ ہے)

افطاری کے احکام

سورج غروب ہونے کے بعد روزہ جلد افطار کر لینا چاہیے۔ دیر کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ دیر سے روزہ افطار کرنا یہودیوں کا کام ہے۔ بہت سی احادیث میں آنحضرت نے روزہ جلد افطار کرنے کی ترغیب دی ہے۔

۱- عن عمر بن الخطاب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اقبل اللیل وادبر النھار

[1] یہاں رفث کے معنی شور و غل اور بدزبانی کے ہیں۔ وھو السخب و فاحش الکلام (نووی) ۱۲ زبیدی

وغابت الشمس فقد افطرت (ترمذی ص۱۲۳)

ترجمہ:۔ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رات آجائے، دن چلا جائے، سورج غروب ہو جائے تو روزہ کی افطاری کا وقت آگیا۔

۲۔ عن سهل بن سعد قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يزال الناس بخير ما عجلوا الفطر (ترمذی ص۱۲۴۔ ابن ماجة ص۱۲۳)

ترجمہ:۔ حضرت سہل بن سعد کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تک لوگ افطاری میں جلدی کرتے رہیں گے بھلائی میں رہیں گے۔

۳۔ عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم قال الله عزوجل احب عبادی الی اعجلهم فطرا۔ ترمذی ص۱۲۵)

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مجھے اپنے تمام بندوں میں سے سب سے زیادہ محبوب وہ بندہ ہے جو روزہ جلدی افطار کرے۔ پس ان حدیثوں سے اور ایسی ہی دوسری احادیث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ سورج غروب ہونے کے بعد دیر ہرگز نہ کرنی چاہیے۔

۴۔ سنن ابی داؤد ص ۳۲۱، سنن ابن ماجہ ص ۱۲۳ میں ہے۔

عن ابی هريرة عن النبی صلى الله عليه وسلم قال لا يزال الدين ظاهراً ما عجل الناس الفطر لان اليهود والنصارى يؤخرون۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک لوگ افطار میں جلدی کرتے رہیں گے دین غالب رہے گا کیونکہ یہود و نصاریٰ افطار میں تاخیر کرتے ہیں۔[لہ]

۵۔ پانی، دودھ، کھجور وغیرہ جو چیز بھی میسر آجائے اسی سے روزہ افطار کر لینا چاہیے۔ کھجور سے افطار کرنا افضل ہے۔ آنحضرت کا یہی طریقہ تھا۔

۶۔ افطاری کے وقت یہ دعا پڑھنی چاہیے۔ اللهم لك صمت وعلى رزقك افطرت (ابوداؤد ص۳۲۲) (ابوداؤد صفحہ ۳۲۲) مسنون الفاظ یہی ہیں ان میں زیادتی کرنا خلافِ سنت ہے۔

۷۔ تنبیہ۔ بعض الناس افطاری کی مذکور دعا کے ساتھ وبصوم غدٍ نویت من شهور رمضان کے الفاظ بڑھاتے ہیں۔ یہ الفاظ پڑھنا بدعت اور خلاف سنت ہے مسنون الفاظ وہی ہیں جو احادیث میں وارد ہوتے ہیں اور اوپر ذکر ہوئے اس قسم کے زائد الفاظ

جو احادیث میں نہیں ملتے ان پر عمل سے بچنا چاہیئے۔ نیز نیت دل کا فعل ہے زبان کا نہیں۔ احادیث میں افطاری کے وقت کی یہ دعا بھی آتی ہے۔

ذھب الظمأ وابتلت العروق وثبت الاجر ان شاء اللہ (ابو داؤد ص۳۲۱)

احکام سحری

سحری ضرور کھانی چاہیے اگرچہ کھانے کی حاجت نہ بھی ہو تو بھی کوئی نہ کوئی چیز خواہ تھوڑی سی ہو ضرور کھا لینی چاہیے تاکہ سنت پر عمل ہو جائے آں حضرت نے بڑی تاکید فرمائی ہے۔

۱۔ حدیث میں ہے عن انس بن مالک ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال تسحروا فان فی السحور برکۃ۔ (ترمذی ص۱۲۵۔ ابن ماجہ ۱۲۲)

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سحری کھاؤ۔ اس میں برکت ہے۔

۲۔ عن عمرو بن العاص قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان فصل ما بین صیامنا وصیام اھل الکتب اکلۃ السحر (ابو داؤد ص۳۳۳۔ ترمذی ص۱۲۵)

ترجمہ۔ حضرت عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا کہ مسلمانوں اور اہل کتاب کے روزوں کے درمیان صرف سحری کا فرق ہے۔ یعنی وہ لوگ سحری نہیں کھاتے اور مسلمان سحری کھاتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ جو لوگ بغیر سحری کھانے کے روزہ رکھنا بہتر سمجھتے ہیں وہ غلطی پر ہیں

اذانِ سحری

آج کل رمضان المبارک میں سحری کے وقت لوگوں کو جگانے کے لئے اعلان کئے جاتے ہیں۔ ڈھول اور نقارے بجائے جاتے ہیں یہ کام خلاف سنت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دو اذانیں کہی جاتی تھیں۔ پہلی اذان حضرت بلال رضی اللہ عنہ، صبح صادق سے پہلے کہا کرتے تاکہ لوگ اذان سن کر جاگ اٹھیں اور سحری کا انتظام کرلیں۔ دوسری اذان حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ، کہا کرتے جب صبح صادق طلوع ہو جاتی تاکہ لوگوں کو اطلاع ہو کہ سحری کا وقت ختم ہے اور نماز کا وقت ہو چکا ہے۔ فی زمانہ ضرورت ہے اس چیز کی کہ اس مردہ سنت کو زندہ کیا جائے اور جہاں جہاں متبع سنت مسلمان موجود ہیں وہ اپنے شہر اور بستی میں اس سنت کو زندہ کریں اور ثواب حاصل کریں۔

مریض اور مسافر کا روزہ

مریض اور مسافر کو اجازت ہے کہ مرض اور سفر کی حالت میں روزہ نہ رکھیں اور عذر

کے زائل ہونے پر قضا کریں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا۔ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ (البقرۃ آیت ۱۸۴)

ترجمہ:۔ تم میں سے جو شخص رمضان میں مریض ہو یا مسافر ہو (تو مرض سے تندرست ہونے پر اور سفر سے واپسی پر) بعد میں روزے رکھے ہاں اگر سفر ایسا ہو کہ روزہ رکھنا تکلیف اور مشقت کا سبب نہیں بنتا تو سفر میں روزہ رکھنے کی اجازت ہے۔

۲۔ عن ابن عباس قال صام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی السفر وافطر (ابن ماجہ ص۱۲۱ - ابوداؤد ص۳۲۷)

ترجمہ:۔ مطلب یہ کہ آنحضرت نے سفر کی حالت میں روزے رکھے بھی اور بعض اوقات نہ بھی رکھے۔

۳۔ ایک شخص حمزہ الاسلمی رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا یارسول اللہ! کیا میں سفر کی حالت میں روزہ رکھ سکتا ہوں؟ آپ نے جواب دیا۔ ان شئت فصم وان شئت فافطر (متفق علیہ مشکوٰۃ ص ۱۷۷، ابن ماجہ ص ۱۲۱، ابوداؤد ص ۳۲۶) یعنی اگر چاہو روزہ رکھ لو اگر چاہو نہ رکھو۔

۴۔ حاملہ اور مرضعہ (وہ عورت جو بچے کو دودھ پلاتی ہو) کو بھی اجازت ہے کہ عذر کے سبب روزہ نہ رکھیں اور بعد میں قضا کرنا ہوگی۔

عن انس بن مالک قال رخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للحبلی التی تخاف عن نفسها ان تفطر وللمرضع التی تخاف علی ولدها (ابن ماجہ ص ۱۲۱) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاملہ کو جسے اپنی جان کا خطرہ ہو کہ روزہ نہ رکھنے کی رخصت دی ہے اور مرضعہ کو بھی جسے اپنے بچے کی تکلیف کا خطرہ ہو۔

۵۔ حائضہ عورت حیض کی حالت میں روزہ نہ رکھے۔ اسے بعد میں قضا لازم ہے۔ عن عائشۃ قالت کنا نحیض عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیامرنا بقضاء الصوم (ابن ماجہ ص ۱۲۱) حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ہمیں آنحضرت کے پاس حیض آجاتا تو آپ ہمیں روزے کی قضا کا حکم کرتے۔

۶۔ شیخ فانی جو بڑھاپے کی وجہ سے روزہ رکھنے کی استطاعت نہیں رکھتا اسے بھی روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے لیکن اس کی طرف سے ہر روز ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے۔

ارشاد خداوندی ہے۔ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ البقرہ آیت ۱۸۴ یعنی جو لوگ روزہ رکھنے کی استطاعت نہیں رکھتے وہ فدیہ ادا کریں ایک مسکین کو پیٹ بھر کر کھانا۔

میت کیطرف سے روزہ کی قضاء: ۱۔ اگر کوئی مسلمان فوت ہو جائے اور اس کے ذمہ روزوں کی قضا تھی اور وہ قضا نہ کر سکا تو اسکی طرف سے اس کا ولی روزہ رکھ سکتا ہے۔ حدیث میں ہے۔

عن عائشة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من مات وعليه صيام صام عنه وليه۔ (صحیح مسلم ص ۳۶۴) جو شخص فوت ہو جائے اس حال میں کہ اس کے ذمہ روزوں کی قضا ہے تو اس کی طرف سے اس کا ولی روزہ رکھے۔

۲۔ عن ابن عباس ان امرأة اتت رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت ان امی ماتت وعليها صوم شهر فقال ارأيت لو كان عليها دين اكنت تقضينه قالت نعم قال فدين الله احق بالقضاء۔ (صحیح مسلم ص ۳۶۲)

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک عورت نے آنحضرت کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر کہا کہ میری ماں فوت ہو گئی ہے اور اس کے ذمہ ایک ماہ کے روزے ہیں۔ آپؐ نے دریافت فرمایا یہ بتاؤ اگر اس کے ذمہ قرضہ ہوتا تو کیا تو ادا کرتی؟ اس عورت نے کہا ہاں۔ تو آپ نے فرمایا تو پھر اللہ کا قرض زیادہ حقدار ہے کہ ادا کیا جائے۔

جنب کا روزہ

جو شخص صبح اٹھ کر نہانے کی ضرورت محسوس کرے تو اگر وقت ہو تو پہلے نہا لے اگر وقت کم ہو اور وہ نہانے میں مشغول ہو تو سحری کا وقت فوت ہونے کا اندیشہ ہے تو وہ ہاتھ منہ دھو کر سحری کھا لے اور روزہ رکھ لے اس کے بعد نہا کر نماز پڑھ لے۔ روزہ صحیح ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔

روزہ اور ٹیکہ

صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے، پینے اور جماع سے مکمل طور پر احتیاط کا نام روزہ ہے اور کوئی بھی غذا کسی بھی راستہ سے معدہ اور پیٹ تک پہنچانا روزہ کیلئے ناقض ہے دلیل یہ ہے کہ آنحضرت نے اپنے صحابی حضرت صبرہ رضی اللہ عنہ کو وضو کے احکام و آداب سکھاتے ہوئے فرمایا وبالغ فی الاستنشاق الا ان تکون صائما (ترمذی ص ۱۳۶) کہ ناک میں پانی چڑھاتے ہوئے مبالغہ کرنا چاہیے مگر روزہ کی حالت میں (مبالغہ

نہ کرو) مطلب یہ کہ وضو کے درمیان ناک میں پانی چڑھاتے وقت زیادہ سے زیادہ کوشش کرنی چاہئیے۔ صرف روزہ کی حالت میں مبالغہ نہ کرنا چاہیے مبادا کہ پانی ناک کے راستے پیٹ میں چلا جائے اور روزہ فاسد ہو جائے اگرچہ پانی ناک کے راستے سے نہیں پیا جاتا پھر بھی اگر اس راستہ سے پانی اندر چلا گیا تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔

یہی حال ٹیکہ کا ہے کہ اس کے ذریعہ دوا معدہ تک پہنچائی جاتی ہے اور معدہ تک کھانے پینے کی چیزوں اور دوا کا پہنچ جانا روزہ کے لئے فاسد ہے۔ لہذا روزہ کی حالت میں ٹیکہ لگوانے سے احتراز ضروری ہے۔ اگرچہ بعض لوگوں نے روزہ دار کو ٹیکہ لگوانے کی اجازت دی ہے وہ صحیح نہیں ہاں اگر کوئی زیادہ بیمار ہو جائے تو روزہ افطار کرا دینا چاہیے۔ بعض دوا ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے صرف سونگھنے سے سردرد یا پیٹ درد کا علاج ہو جاتا ہے اس قسم کے دوا سونگھ کر اگر علاج کر لیا جائے تو کوئی حرج نہیں کیوں کہ کسی چیز کے سونگھنے سے روزہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔

قاضی عبدالعزیزؒ بن قاضی محمد سلیمانؒ منصورپوری

نعت

پیدا ہوئے محمدؐ، جہان چمکا
دنیا ہوئی منوّر، آسماں چمکا

چھٹنے لگی سیاہی از ماہ تا بماہی
ہر شے نے دی گواہی حق کا نشان چمکا

غارِ حرا سے اٹھ کر فاران پر چمک کر
وہ نورِ حق عرب سے تا اصفہان چمکا

ہر خطۂ زمیں پر تاریکیاں تھیں چھائی
نورِ نبیؐ گھٹاؤں کے درمیان چمکا

جنّ و ملک کے اندر ارض و فلک کے اوپر
فخرِ بشر سے آدمؑ کا دودمان چمکا

سردار انبیاءؑ کا، سالار اصفیاءؑ کا
بیکر نشان حق کا باعزّ و شان چمکا

بُجھتے تھے چاند، سورج، پتھر، درخت جیواں
سب ماند پڑ گئے جب حق کا نشان چمکا

کون و مکاں پہ طاری تھی شرک کی سیاہی
تنویرِ مصطفےٰؐ سے کون و مکان چمکا

توحید کی ضیاء سے روشن ہوا زمانہ
نورِ ازل کا جلوہ آخر زمان چمکا

ہے ذکرِ پاک انکا سرمایہ برکتوں کا
جس سے عزیزؔ تیرا ہے خاندان چمکا

(بہ تغیّر)

Regd. No. L. 7895 Phone : 352897 - 63210

Monthly MOHADDIS Lahore-16